UNIVERSAL LIBRARY
OU_226129
UNIVERSAL LIBRARY

۶۱۱۱

بُنِیَ الاِسلامُ علیٰ خمسٍ

CHECKED 1956

Checked 196

ارکان الاسلام

جس میں

توحید۔ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کے احکام
محققانہ طور پر سلیس اردو میں لکھے گئے ہیں

مؤلفہٗ

جناب منشی سراج الدین احمد خان مرحوم

بانی اخبار زمیندار

جسے

مہتمم صداقت بک ڈپو لاہور نے

رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں چھپوایا۔

بار چہارم

[illegible] کی کتابیں کامل بک ڈپو لاہور سے طلب کرنا

قیمت ۱۲ر

فہرست مضامین ارکان الاسلام

تفصیل مضامین	نمبر صفحہ
پہلا رُکن توحید	
خدا کس طرح جانا اور پہچانا جاتا ہے	۱
خدا کی نسبت مسلمانوں کا عقیدہ	۲
منکرین خدا کی تردید	۴
مادہ اور روح کی قدامت کی تردید	۶
تثلیث کی تردید	۹
ہندوں پر خدا کی عنائتیں اور نعمتیں	۱۱
نبی کی ضرورت	۱۲
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۴
آنحضرت کی رسالت کے منقولی ثبوت ۔ ماخوذ از کتب مقدسہ	۱۸
آنحضرت کی رسالت کے معقولی ثبوت	۲۹
آنحضرت کی نسبت منصف مزاج یورپین فلاسفروں کی رائیں	۳۷
صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم	۴۰
قرآن مجید	۴۸
قرآن مجید کی نسبت حکماء یورپ کی رائیں	۵۲
عذاب وثواب	۵۵
دوسرا رُکن نماز	
نماز کی ضرورت	۵۸
نماز کے اوقات پنجگانہ	۶۱
پانچ وقتوں کی فلاسفی	۶۳
ارکان نماز	۶۵
اذان	۶۹
وضو	۷۱
اصطلاحات نماز	۷۵

تفصیل مضامین	نمبر صفحہ
طریق نماز فرض پنجگانہ	
مختلف نمازیں اور متفرق مسائل	۸۵
ناقصات نماز	۸۸
مسلمانوں میں باہمی مخالفت نہ چاہیے	۹۰
تیسرا رُکن روزہ	
روزہ رکھنا فرض ہے	۹۳
روزہ کے ایام	۹۷
روزہ کی تکمیل اور متفرق روزے	۱۰۰
چوتھا رُکن حج	
حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام بانیان خانہ کعبہ	۱۰۲
حضرت اسمٰعیل کی ولادت اور ہجرت	۱۰۴
چاہ زمزم خانہ کعبہ اور حجر اسود کا بیان	۱۰۶
خانہ کعبہ کی بزرگی	۱۰۹
کعبہ کا حج فرض ہے	۱۱۱
مقامات اور آداب حج کی تشریح	۱۱۴
آداب حج	۱۱۸
پانچواں رُکن زکوٰۃ	
انسانی ہمدردی اور خیرات کی ہدایت	۱۲۲
کس کس مال پر زکوٰۃ واجب ہے	۱۲۴
میعاد ادائے زکوٰۃ اور شرح زکوٰۃ	۱۲۶
زکوٰۃ کن کن اشخاص کو دی جائے؟	۱۲۹
خاتمہ	۱۳۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسان کی روحانی تعلیم اور اُخروی نجات کے واسطے خدائے تعالیٰ کے حکم سے جو اعمال اپنی اُمت پر قابلِ تعمیل قرار دیئے۔ اُن کی بنیاد پانچ ارکان ہیں۔ توحید۔ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ۔ ان مسائل کی اہمیت اور اصول کا بیان قرآن مجید اور حدیث شریف میں جا بجا موجود ہے۔ مگر علمائے کرام نے اُن مسائل کے نکات اور اسرار کے سہل الماخذ اور عام فہم بنانے میں جس قدر کوششیں کیں۔ تیرہ سو برس کی بے شمار کتب فقہ اُن کی حسنِ خدمات کی گواہی دے رہی ہیں۔ جو عربی اور فارسی زبانوں کے ذریعہ مشرق سے مغرب تک ہزاروں کی تعداد سے مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہیں +

اُردو زبان جو ہمارے زمانہ میں ہندوستانی مسلمانوں کی قومی زبان ہے اور ہر قسم کے علوم و فنون کی اشاعت میں اپنی خدمات کا نمایاں ظہور دکھلا رہی ہے اس دینی خدمت کے اِنصرام میں بہت کچھ سرگرم ہے۔ قرآن شریف کے متعدد ترجمے اور تفسیریں اور کتب فقہ کے تراجم اور شروح بہت سے شائع ہو چکے ہیں۔ اور یہ سلسلہ یوماً فیوماً ترقی پر ہے۔ مگر تصنیف و تالیف کی موجود رفتار اور زمانۂ حال کی موجودہ ضروریات خاص طور پر ایسی کتابوں کی اشاعت کا احساس کرا رہی ہیں۔ جو کم استعداد اور دلیل طلب لوگوں کے

لئے مفید ہوں +

میں نے اِنہی ضروریات کو مدِّ نظر رکھ کر یہ رسالہ اُردو میں لکھا ہے - اور اس میں نہایت آسان اور سریع الفہم طریق پر وُہ مسائل قلم بند کئے ہیں - جو حنفی المذہب کی کتابوں میں مذکور ہیں اور بلا اختلاف مسلّم چلے آئے ہیں +

ان مسائل کے سلسلہ میں جستہ جستہ اُن اعتراضات کی تردید کی کوشش بھی کی ہے جو مخالفانِ مذہب یا شکّی طبیعت والوں کی طرف سے ان مسائل پر عاید ہوتے ہیں - کتاب کے چھپوانے سے پہلے ہندوستان کے چند نامی عُلماء کے مشورہ سے بھی فائدہ حاصل کیا ہے چنانچہ شمسُ العلماء سیّد علی بلگرامی - مولوی محمّد اعظم صاحب حیدرآبادی نواب محسن الملک بہادر - حاجی شمسُ الدین صاحب سکرٹری انجمن حمایت اسلام اور حافظ عبدالرحمٰن صاحب سیّاح امرتسری کے نام نامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں - جنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کرکے اس کے مسودوں کو دیکھا اور مفید رائیں دیں +

مجھے اور میرے دوستوں کو یقین ہے کہ اگر یہ کتاب ابتدا میں بچّوں کو پڑھائی جائے تو اُن کے عقائد مُستحکم اور مسائل دینی کی نسبت اُن کے خیالات مضبوط ہو جائینگے - آمین +

راقم

خاکسار:- سراج الدّین احمد پوسٹل پنشنر

و اڈیٹر "زمیندار"

محررہ ۳ - محرم ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۲ - مارچ ۱۹۰۶ء

دیباچہ طبع چہارم

خبر نہیں مسلمانوں کو اپنی اس مہلک غفلت شعاری کا خمیازہ کب تک بھگتنا پڑیگا کہ انہوں نے اپنے بچوں کو اوائل عمر میں مذہبی تعلیم سے محروم رکھا نتیجہ یہ ہوا کہ موجودہ نسل من حیث القوم مذہب سے بالکل بیگانہ ہوگئی اور اس پر مغربی تعلیم کا جادو چل گیا اس حکیمانہ مقولہ کی صحت میں کسے انکار ہوسکتا ہی کہ آج کے بچے کل کے باپ ہونگے لیکن اگر یہ بچے دین فطرت یعنی مذہب اسلام کی حقیقت سے بے خبر رکھے جائینگے تو بڑے ہوکر وہ اسلام کے شیرازہ کو مستحکم کرنے کے بجائے پراگندہ اور منتشر کردینگے جیسا کہ گذشتہ افسوسناک واقعات سے ظاہر ہوتا ہے مسلمان اس گئی گذری حالت میں بھی اسلام کی کھوئی ہوئی شوکت وعظمت کو دوبارہ حاصل کرسکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اپنے ہادی برحق کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں۔

ہر مسلمان بچے کو اسلام کے پانچ ارکان سے پورے طور پر واقف ہونا چاہئے تاکہ وہ نیکی اور راستبازی کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہوسکے۔ اور اسلام کا ایک سچا اور نیک فرزند ثابت ہو۔ ارکان الاسلام کے محترم مصنف نے جنہیں خدا غریق رحمت کرے۔ مذکورہ بالا ارکان کو ایسے سادہ اور دل آویز پیرایہ میں قلمبند کیا ہے کہ بچے نہایت آسانی کے ساتھ توحید۔ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کے فلسفیانہ نکات کو سمجھ سکتے ہیں۔ مرحوم کی اس قابل قدر خدمت کا صلہ اگر کوئی ہوسکتا ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ ہندوستان کے تمام آزاد اسلامی مدارس ارکان الاسلام کو اپنے نصاب میں داخل کریں۔ اور مصنف کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

۱۰ جنوری ۱۹۲۲ء — غلام حیدر خاں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پہلا رُکن

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

پہلا سبق

خُدا کس طرح جانا اور پہچانا جاتا ہے

تُم مدرسے جاتے ہو۔ وہاں بُہت سی چیزیں دیکھتے ہو۔ دری۔ میز۔ کُرسی۔ قلم۔ دوات۔ سیاہی۔ کاغذ چاقُو وغیرہ۔ اِن چیزوں کو دیکھ کر خیال آتا ہے۔ کہ اِن کا بنانے والا کوئی ہے۔

دری سے دری باف کا۔ میز اور کُرسی سے بڑھئی کا۔ قلم سے قلم بنانے والے کا۔ دوات سے دوات ساز کا۔ سیاہی سے سیاہی ساز کا۔ کاغذ سے کاغذی کا اور چاقُو سے لوہار کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور معاً

یہ بات دِل میں گذرتی ہے - کہ ہر کام کا کرنے والا کوئی ضرور ہے - اَور بغیر کرنے والے کے کوئی کام ہرگز نہیں ہو سکتا۔

جب ہر کام کا کرنے والا اَور ہر چیز کا بنانے والا کوئی ضرور ہونا چاہیئے - تو ہمیں یقین ہوتا ہے - کہ دری باف کو بڑھئی کو - قلم بنانے والے کو - دوات ساز کو - سیاہی ساز کو - کاغذی کو اور لوہار کو بھی کسی نے بنایا ہے - اسی طرح سُورج کا - چاند کا - ستاروں کا - آسمانوں کا - زمین کا - درختوں کا - پہاڑوں کا - حیوانوں کا - اور تمام چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں کا بنانے والا کوئی ہے - جس کی بے انتہا قُدرت اور بے نظیر طاقت اُس کے کاموں سے ظاہر ہے - اس بے انتہا قُدرت اَور بے نظیر طاقت والے کاریگر کو ہماری زبان میں اللہ یا خُدا کہتے ہیں - جو واحد اور لا شریک ہے۔

دُوسرا سبق

خُدا کی نسبت مُسلمانوں کا عقیدہ

ہم مُسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے - کہ خُدا اپنی ذات اَور صفات میں غیر محدُود اَور بغیر کسی سبب اَور شریک کے ہمیشہ سے مَوجُود ہے - اَور ہمیشہ تک مَوجُود رہے گا - وُہ ہمیشہ سے

خالق - رازق - دانا - بینا - رحمٰن اور رحیم ہے - اور ہمیشہ رہیگا - وُہ رُوح - مادّہ اور تمام مخلوقات سے اوّل اُور مقدّم ہے - اُس کی ذات کے سِوا سب مخلوقات فانی ہے - وُہی اوّل ہے وُہی آخر - وہ اکیلا ہَے - نہ رُوح اُس کے ساتھ قدیم ہَے نہ مادّہ - نہ اُس کا باپ ہَے نہ ماں - نہ جورُو ہَے نہ بیٹا - نہ اُس کا شریک ہَے نہ ثانی - وُہ ازل سے ہَے اُور ابد تک رہیگا - وُہ ہر زمان اُور ہر مکان میں ہَے اُور ہمیشہ رہیگا - وُہ ہر چیز کو دیکھتا تمام باتوں کو سُنتا اُور تمام کاموں کو جانتا ہَے - سُورج چاند اُور تمام سیّاروں اُور ستاروں کی گردش کی یکسانی - مَوسموں کے تغیّر و تبدّل میں وقت کی پابندی اُور قانُونِ قُدرت کا دائمی اِعتدال اُسی خالقِ مُطلق کی قدرتِ کاملہ کے کرشمے ہَیں - وُہی اِس ہستی کی بڑی کَل کا بنانے اُور چلانے والا ہَے جِس میں ہماری دُنیا جَیسے بیشمار عالم مَوجُود ہَیں - ہم نہیں جان سکتے کہ وہ کیسا ہَے اور کیا ہَے اُور نہ اِس بات کا جاننا ہم پر فرض ہَے - کیونکہ عقلِ اِنسانی اِس کے ادراک سے قاصر ہَے - مگر ہم اُس کو اُس کے کاموں سے پہچانتے ہَیں - کہ وُہ ہَے - اُور اِسی قدر جاننا ہم پر واجب ہَے - پس ہم کہتے ہَیں

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ط

یعنی سوائے اُس ایک خُدا کے کوئی اُور معبُود عبادت کے قابل نہیں ٭

تیسرا سبق

منکرین خدا کی تردید

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ موجودات کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں۔ دُنیا اور مافیہا کا وجود اور اُس کے تبدلات اور تغیرات کا انتظام قوانینِ طبعی کا پابند ہے۔ جو ازل سے اسی طرح چلے آئے ہیں۔ اور ابد تک اسی طرح جاری رہیں گے +

مگر ہم جہان میں تمام جزئیات کو تین باتوں کا معمول پاتے ہیں۔ اوّل سبب۔ دوم ابتدا۔ سوم انتہا۔ یعنی ہر ایک فعل کے کئے جانے یا ہر ایک چیز کے پیدا ہونے کا پہلے کوئی سبب ہوتا ہے۔ پھر اُس کی ابتدا ہوتی ہے۔ اُس کے بعد اُس کی انتہا یا فنا کا وقت آتا ہے۔ پس جب ہر ایک جزو کا یہ حال ہے تو کُل کا بھی جو ان جزئیات کا مجموعہ ہے۔ یہی حال ہونا ضروری ہے مثلاً اوّل دوم سوم چہارم اور پنجم مل کر جزئیات ہیں۔ اور پانچ اُن کا کُل ہے۔ اگر اِن پانچوں کا رنگ سفید ہو تو ضرور ہے۔ کہ کُل مجموعہ کا رنگ بھی سفید ہوگا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ سب جزئیات کا رنگ تو سفید ہو اور کُل کا رنگ سُرخ یا سیاہ ہو جائے۔ اور جب ہم عالم کی ہر جزو موجود کو اوّل سبب پھر ابتدا اور پھر انتہا کا معمول پاتے ہیں۔ تو ممکن نہیں کہ موجوداتِ عالم کا کُل بھی سبب۔ ابتدا اور انتہا کا معمول نہ

ہو۔ پس وُہ بڑا سبب جو مجموعۂ موجُودات کے اِبتدا و اِنتہا کا مُوجب ہے۔ وُہی خُدا ہے۔ خواہ اُسے سبب کہو۔ خواہ خُدا۔ خواہ اللہ۔ خواہ گاڈ۔ خواہ پرمیشر ✦

چوتھا سبق

مُنکرِین خُدا کی تردید پر بقیّہ بحث

اگر یہ مان لیا جائے کہ کوئی چیز معدُوم محض نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ جسے فنا کہا جا سکتا ہے۔ تو اِس سلسلۂ تغیّرات پر ذرا غور کرنے سے ہمیں فوراً یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ سب سے پہلی حالت کے پیشتر کوئی سبب اِس کا محرّک ہُوا ہے۔ اِسی محرّک کو ہم خُدا کہتے ہیں ✦

ہم حیوانات کی کروڑوں اَور اربوں بلکہ بے شمار انواع میں قُدرت۔ عِلم۔ اِرادہ۔ بصارت و سماعت اَور دِیگر قوے پاتے ہیں۔ گو وُہ قوے کِسی قدر محدُود ہیں۔ مگر قانونِ طبعی میں جس کی مَوجُودات عالم اَور اُن کے تبدّلات اَور تغیّرات پابند بیان کئے جاتے ہیں۔ نہ قُدرت ہے نہ عِلم۔ نہ اِرادہ۔ نہ بصارت اور نہ سماعت۔ جو اَیسی صاحبِ قُدرت۔ صاحبِ عِلم صاحبِ اِرادہ اَور سمیع و بصیر چیزوں کو پَیدا کر سکے۔ اَور اُن کے تغیّرات اَور تبدّلات کو اپنی مرضی کا پابند رکھے۔ بلکہ

وُہ قانون صرف ایک آلہ ہے۔ جو کسی کاریگر کا محتاج ہے۔ اُس کاریگر کو ہم خُدا کہتے ہیں۔ جو اِس آلہ کا محرّک اور تمام کاروبار میں پُورا با اِختیار ہے۔ اَور اس لئے تمام مَوجُوداتِ عالم کا پیدا کرنے والا ہے۔ اگر محض قانونِ طبعی ہی سِلسلۂ کائنات کا خالِق اَور مُنتظِم ہوتا۔ تو اُس کے اِنتظام میں یہ یکسانی اَور اِعتدال جو ہم اَب دیکھ رہے ہیں نہ ہوتا +

پانچواں سبق

مادّہ اَور رُوح کی قدامت کی تردید

بعض لوگ خُدا کا وجُود تو مانتے ہیں۔ اَور اُس کی صفات کے بھی قائل ہیں۔ مگر اُن کا خیال یہ ہے کہ خُدا محض نیست سے کوئی چیز ہست نہیں کر سکتا۔ اِس لئے اُن کا اِعتقاد یہ ہے کہ رُوح اور مادّہ خُدا کے ساتھ ساتھ مَوجُود اور خُدا کی طرح قدیم چلے آئے ہیں۔ جس سے خُدا نے یہ رچنا رچائی ہے۔ یہ غلط خیال محض اُن لوگوں کا ہے۔ جو خُدا کی غیر محدُود قُدرت اَور طاقت کو اپنی کمزوری سے محدُود اَور ضعیف سمجھتے ہیں۔ اُن کے خیال میں ہمارے دُنیا کے لوہاروں کی طرح خُدا بھی بغیر لوہے کے اِنجن نہیں بنا سکتا۔ مادّہ وُہ لوہا یا مسالہ ہے۔ جس سے دُنیا کا یہ اِنجن بنا۔ پھر ایک علٰحدہ

قدیم چیز نے جس کا نام رُوح ہے بھاپ یا سٹیم کا کام دیا۔ گویا جیسے لوہار بغیر لوہے اور سٹیم کے انجن نہیں بنا اور چلا سکتا۔ اسی طرح خدا بھی بغیر مادہ اور رُوح کے موجودات کا خالق نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے خُدا کے ساتھ مادہ اور رُوح بھی بذاتِ خود قائم اور قدیم چلے آئے ہیں۔ مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ جس طرح کسی وجُود کے خود بخود بلا سبب غیرے موجود ہونے کے لئے غیر محدود قدامت ضروری ہے۔ ویسے ہی غیر محدود علم۔ غیر محدود ارادہ اور غیر محدود اختیار بھی لابدی ہیں۔ اور جب کسی چیز میں ارادہ۔ اختیار اور علم نہیں تو وہ خود بخود نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ مادہ اور رُوح کو قدیم مانتے ہیں۔ وہ اس امر کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مادہ میں علم ارادہ اور اختیار نہیں۔ اور ان ضرورتوں کے لئے وہ رُوح کا محتاج ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ جب مادہ رُوح کا محتاج ہے۔ تو وہ بذاتِ خود قائم نہیں۔ اور جو چیز بذاتِ خود قائم نہیں وہ قدیم نہیں ہو سکتی +

چھٹا سبق

مادّہ اور رُوح کی قدامت کی تردید پر بقیّہ بحث

رُوح میں علم۔ ارادہ اور اختیار تو ہے۔ مگر ان قوے کے

اِستعمال کے لئے وُہ جسم یا مادّہ کی مُحتاج ہے۔ علاوہ ازاں رُوح کے قوٰے ایسے کمزور ہیں کہ ہماری رُوح نہیں جانتی کہ کل کیا ہوگا۔ نہ اسے اپنے ارادوں میں ہمیشہ کامیابی ہوتی ہے اَور نہ وُہ ہمیشہ اپنے اِختیار سے کام کر سکتی ہے۔ پس ایسے مجبُور وجُود کو قدیم اور بذاتِ خود قائم ہونے کا حق حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ خدا محض نیست سے کوئی چیز ہست نہیں کر سکتا۔ اَور اِس لئے مادّہ اَور رُوح کا مَوجُود ہونا ضروری ہے۔ تو پھر بھی یہ سوال باقی رہیگا کہ خُدا کو۔ مادّہ کو۔ اَور رُوح کو بغیر کسی اَور دُوسری چیز کے کس نے بنایا۔ اَور جب مانا جاتا ہے کہ خُدا میں خود بخود بلا اِمداد غیرے مَوجُود ہونے کی قُوّت ہے۔ تو اِس بات کا مان لینا بھی آسان ہو جاتا ہے کہ خُدا میں خود بخود بلا مَوجُودگی مادّہ اور رُوح کے خالق ہونے کی قُوّت اَور قُدرت بھی ہے ۔

جِتنا ہم خُدا کی ذات پر غور کریں گے۔ اُتنی ہماری حیرانی بڑھے گی۔ مگر جس طرح اُس غیر محدُود ذات کی بِنسبت ہماری معلُومات نہایت محدُود ہیں۔ اُسی طرح اُس کی صفات کے متعلق ہماری تحقیقات نہایت نا مکمل ہے۔ جس طرح ہم اُس کی ذات کو اپنی فہم و ذکا سے برتر مانتے ہیں۔ اُسی طرح اُس کی صفات کو اپنی فِکر اور رسائی سے اعلیٰ اور بالا ماننا چاہیئے۔ جب ہم یہ اِعتقاد رکھتے ہیں کہ وُہ اپنی ذات سے خود بخود مَوجُود ہے۔ اَور اپنی ذات کی مَوجودگی کے لئے کِسی

اِمداد یا شریک کا محتاج نہیں - تو ہمیں یہ بھی مان لینا لازم ہے - کہ وہ اپنی خالقیت کی صفات میں بھی بلا کسی کی اِمداد اُور شرکت کے خود بخود قادر اور با اِختیار ہے - اُور بلا مدد مادہ اُور رُوح کے مخلوقات کو محض نیست سے ہست اُور ہست سے نیست کر دینے کی پُوری قدرت اُور طاقت رکھتا ہے - بصُورتِ دیگر اُس کی ذات اُور صفات دونوں کا اِنکار لازم آتا ہے - جو کفر اور گمراہی ہے ؛

ہمیں یہ ماننا اُور جاننا چاہیئے - کہ وہ تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے - اُور اِس بات کا جاننا یا ماننا ہم پر فرض نہیں کہ اُس نے مخلوقات کو کِس طرح اور کیوں بنایا ؛

ساتواں سبق

تثلیث کی تردید

ایک فریق کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا ایک ہے - مگر ایک میں تین اور تین میں ایک - باپ - بیٹا اُور رُوح القُدس - تینوں قُدرت ازلیّت اور ابدیّت میں مُساوی ہیں - خُدا خود خُدا - خُدا کا بیٹا مسیح خُدا - خُدا کی رُوح القدس خُدا - پھر یہ تینوں مل کر ایک خُدا - خُدا مسیح کا جسم لے کر اِنسان بنا - خُدا اِنسان کے گناہوں کے عوض اِنسان کی شکل میں مصلوب ہوا - اُور

یہ مصلوب خدا خُدا کی داہیں طرف آسمان پر جا بیٹھا۔یہی خُدا قیامت کے دِن خُدا کے پاس اُن لوگوں کی شفاعت کریگا جو اُس کے مصلوب ہونے پر ایمان لائے ہیں نَعُوذُ بِاللہِ مِنْ ذٰلِکَ۔ تمام عقلمند آدمی اس عقیدے کو نہایت لغو اور باطل خیال کرتے ہیں۔اور اب بعض عیسائی خود بھی اِس سے انکار کرتے جاتے ہیں۔اِس لئے اس عقیدہ پر ہم کو زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں +

ہمارا مذہب اِسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ خُدا ایک ہے۔ پاک ہے۔ نہ اُس کا کوئی بیٹا ہے نہ باپ۔ نہ اُس کا کوئی شریک نہ ہمتا۔ حضرت عیسےٰ جو مذہب خُدا کی طرف سے لائے اُس میں تثلیث کی تعلیم نہ تھی۔ نہ اناجیل میں تثلیث کا ذکر ہے۔ البتہ حضرت عیسےٰ نے خُدا کو باپ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔جو اُن کا اور تمام دنیا کا پَیدا کرنے والا۔ پرورش کرنے والا اور محافظ ہے۔اِسی وجہ سے تمام نیک بندے خُدا کو باپ کہہ سکتے ہیں۔ توراۃ میں خُدا نے تمام نیک مردوں کو خُدا کے بیٹے اور تمام نیک عورتوں کو خُدا کی بیٹیاں کہا ہے۔عیسائیوں نے باپ کے لفظ کے غلط معنی لے کر حضرت عیسےٰ کو خُدا کا اکلوتا بیٹا اور قُدرت اور طاقت میں خُدا کے برابر جانا۔مگر ہم مُسلمان اُنہیں خُدا کے دُوسرے پاک بندوں کی طرح خُدا کا مقدّس بندہ اور پیغمبر مانتے ہیں +

آٹھواں سبق

بندوں پر خُدا کی عنایتیں اور نعمتیں

ماں بڑے پیار اور شفقت سے بچّے کو کھلاتی پلاتی اور پہناتی ہے۔ بڑی جانکاہی سے اُس کی پرورش اور حفاظت کرتی۔ اچھے کاموں کی طرف رغبت دلاتی اور بُرے کاموں سے ڈراتی ہے۔ اگر ماں نہ ہو تو بچّے کی پرورش مُشکل ہو جائے اِس لئے بچّہ ماں سے محبّت رکھتا ہے اور اُس کی تعظیم کرتا ہے۔ اگر ماں بچّے کو بُرے کاموں سے نہ ڈرائے اور بچّہ اُس کا حُکم نہ مانے تو بچّے کی زندگی دشوار ہو جائے۔ اِس لئے بچّہ اُس سے ڈرتا اور اُس کا حکم مانتا ہے۔ مگر ماں سے زیادہ مہربان اور زیادہ پرورش کرنے والا خُدا ہے۔ اُس نے ہم کو پَیدا کیا۔ آنکھ دیکھنے کو۔ کان سُننے کو۔ ناک سُونگھنے کو زبان بات کرنے کو۔ مُنہ کھانے کو۔ دانت چبانے کو۔ ہاتھ کام کرنے کو۔ پاؤں چلنے کو اور دِل و دماغ نیکی اور بدی سوچنے کو عطا کیئے۔ اُس نے ماں اور باپ کو ہماری پرورش کا ذریعہ بنایا۔ اور اُن کے دِل میں ہماری محبّت ڈالی۔

اُس نے سورج اور چاند بنائے کہ ہمارے لئے روشنی کریں اُس نے بادلوں سے مینہ برسایا۔ کہ ہمارے لئے غلّہ اور میوہ پَیدا ہو۔ اُس نے درختوں کے پتّوں اور چھال میں وُہ خاصیّت

رکھی کہ اُن سے ہمارے لئے گرمی اور سردی کا لباس بنے۔ اُس نے بعض جانور ہمارے کھانے کے واسطے۔ بعض ہماری سواری کے واسطے اور بعض ہماری کھیتی کے واسطے پیدا کئے اور بعض جانوروں کے چمڑوں اور بالوں سے ہمارے واسطے بیش قیمت خوبصورت اور گرم لباس کا سامان مہیا کیا۔ اُس نے دن ہمارے کام کرنے اور رات آرام لینے کے لئے بنائی۔ پس ہمیں ایسے مہربان خُدا کی حمد کرنا اُس سے محبّت رکھنا۔ اُس سے ڈرنا اور اُس کے احکام کی فرمانبرداری کرنا چاہیئے ؛

نواں سبق

نبی کی ضرورت

جب ہم خُدا کا حُکم بجا لاتے اور نیک کام کرتے ہیں تو وُہ ہم سے خُوش ہوتا ہے۔ اور جب ہم اُس کا حُکم نہیں مانتے اور بُرا کام کرتے ہیں۔ تو وُہ ہم سے ناراض ہوتا ہے اگرچہ خُدا نے ہر ایک اِنسان کے دل میں نیکی اور بُرائی کی پہچان کی قوّت پیدا کی ہے۔ مگر وُہ قوّت ایسی کمزور اور ناقص ہے کہ بغیر ایک کامل خُدا شناس آدمی کی اِمداد اور وسیلہ کے نیکی اور بدی میں پوری تمیز کرنی مُشکل ہے۔ اِس لئے

خُدا نے ہماری رہبری اور ہدایت کے واسطے وقتاً فوقتاً اپنے خاص بندے پیدا کئے جن کو ہم پیغمبر اور نبی کہتے ہیں تاکہ ہم کو خُدا کے راستہ پر چلائیں اور ہم کو اور ہمارے اعمال کو اُس کی مرضی کے مُطابق کریں۔ نبی یا پیغمبر کا کام یہ نہیں۔ کہ ہمیں فلسفہ۔ جُغرافیہ۔ تاریخ اور ریاضی سکھائے۔ بلکہ اس کا منصب صرف رُوحانی تعلیم دینا ہے ؛

نبیوں اور رُسولوں نے اپنے اپنے وقت اور زمانہ میں اپنی اپنی قوم اور مُلک کو خُدا کے راستہ پر چلانا چاہا۔ بعض انبیا کا نام قرآن مجید میں مذکُور ہے۔ اور بُہتوں کا ذِکر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اِن نبیوں کو بعض لوگوں نے مانا اور بعض نے نہ مانا۔ جنھوں نے مانا اُنھوں نے بھی کچھ عرصہ کے بعد وُہ سیدھا راستہ چھوڑ دیا۔ جس پر چلنے کے واسطے اُنہیں ہدایت ہوئی تھی۔ چنانچہ چھٹی صدی عیسوی میں الہامی مذاہب کا یہ حال ہو گیا تھا کہ صابئی یعنی حضرت ادریس کی اُمّت ستارہ پرست ہو گئی تھی۔ ابراہیمی فریق نے اُس بُت شکن کی مسجد میں تین سو ساٹھ بُت رکھے ہُوئے تھے۔ اور خُدائے واحد لاشریک کی بجائے اُن کی پرستش کرتے تھے۔ یہودی جو حضرت مُوسیٰ کی اُمّت ہیں اپنے ہادی کی تعلیم و تلقین کے اصُول سے بہت دُور جا پڑے تھے۔ عیسائی بھی راہ سے بھٹکنے پھرتے تھے۔ اور ایک خُدا کی بجائے تین میں ایک اور ایک میں تین مانتے تھے۔ غرض تمام قوموں کی حالت پر ظُلمت اور تاریکی

چھائی ہوئی تھی - کہ یکایک خُدا کی رحمت کا دریا جوش میں آیا اور اِن تمام خرابیوں اور بُرائیوں کی اصلاح کا زمانہ آ پہنچا - جو اُس وقت دُنیا میں مروّج تھیں ٭

دسواں سبق

محمّد رسُول اللہ

انبیا میں سب سے اخیر اور سب سے اعلیٰ ہمارے ہادی اور سیّد حضرت محمّد مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم ہماری ہدایت اور اِصلاح کے واسطے بھیجے گئے - ہم حضرت کو سب سے اعلیٰ اِس واسطے یقین کرتے ہیں کہ وُہ سب سے اخیر میں آئے - اور آخری ہدایت لائے - سب سے پچھلا پیغام - یا سب سے پچھلا قانون - یا سب سے پچھلا حکم قطعی اور بہ نسبت پہلے پیغاموں یا قوانین اور احکام کے زیادہ مکمّل اور مدلّل ہوتا ہے - خُدا عالم الغیب ہے وُہ آئندہ ضرورتوں اور مصلحتوں کو ایسا ہی جانتا ہے - جیسے کہ وہ گزشتہ ضرورتوں اور مصلحتوں سے واقف ہے - اُس کے احکام میں تغیّر و تبدّل نہیں ہو سکتا لا تبدیل لخلق اللہ اِنسان کے اعمال افعال اقوال اور احکام میں جس طرح تبدّل و تغیّر کی ضرورت ہوتی ہے - اُس طرح اُس عالم الغیب کو اپنے

احکام میں اُن کی ضرورت نہیں۔ مگر جس قدر کہ زمانہ اور زمانہ کی ضروریات اور عقلِ انسانی میں ترقی ہوتی گئی۔ اُسی قدر احکامِ الٰہی بھی زیادہ مکمّل اور مشرّح اور احکامِ سابقہ کے مُصدّق نازل ہوتے رہے۔

بچّوں کو پہلے سوائے ماں کے دُودھ کے اور کوئی غذا نہیں دی جا سکتی۔ جب وُہ کچھ بڑے ہوتے ہیں۔ تو اُن کی غذا میں اناج وغیرہ شامل کیا جاتا ہے۔ مگر اُس وقت بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔ کہ وُہ غذا نرم اور سریع الہضم ہو جوانی میں اُسے نہایت عُمدہ مقوّی اور لذیذ کھانے ملتے ہیں۔ جو اُس کی حالت کے مُوافق ہوتے ہیں۔ اِس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ماں باپ نے بچّہ کو پہلی نرم غذائیں لا علمی یا کم فہمی سے دی تھیں۔ بچّے کی اِبتدائی حالت کے لئے اَیسی ہی نرم غذا مُناسب بلکہ ضروری تھی رُوحانی غذا کا بھی یہی حال ہے۔ اور دُنیا کی سمجھ کے مُطابق دی جانی چاہئے۔ اِسلامی احکام تمام سابقہ الہامی حُکموں کے مُصدّق اور موئیّد ہیں۔ جَیسا کہ قرآن مجید میں بار ہا بیان ہو چکا ہے۔ البتّہ ہم حضرت کو خاتم النّبیّین مانتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے بعد کسی پیغمبر کے آنے کی ضرورت نہیں۔

گیارھواں سبق

محمد رسول اللہ کے مضمون پر بقیہ بحث

آنحضرت دُنیا کے اُس زمانہ میں مبعوث ہوئے جبکہ مکمل رُوحانی اور معاشرتی تعلیم کی ضرورت تھی۔ آپ کے زمانہ سے آج تک کہ چودھویں صدی کا آغاز ہے۔ اور علوم و فنون میں وہ ترقی ہوئی ہے کہ جس کی مثال گزشتہ زمانہ کی تواریخ میں نہیں مل سکتی۔ بڑے بڑے عالم بڑے بڑے فلاسفر اور بڑے بڑے حکیم گزر چکے ہیں۔ اور اب بھی موجود ہیں۔ جن کی عقلِ رسا کے کارنامے کائنات کے صفحہ پر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ مگر کسی نے آج تک بنی نوع اِنسان کی دِینی اور دُنیاوی اِصلاح اور ہدایت کا ذمہ نہیں اُٹھایا۔ اور نہ کسی نے باوصف اِس قدر دُنیاوی عِلم و فضل اور تجربہ کے وہ کام کر دِکھایا۔ جو خُدا نے اُس اُمّیِ محض اور ریگستان کے یتیم بچے مگر کامل اِنسان صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے دِل و دماغ سے کرایا۔

اِس زمانہ کے جدید علوم و فنون اور تجربات اور مشاہدات کے مُقابلہ میں کوئی ناقص یا باطل مذہب قائم نہیں رہ سکتا اور گو وہ مذہب بالکل معدوم نہیں ہوتا۔ مگر بنی نوع اِنسان پہ اِس کے تصرّف کی قوّت معطّل اور بیکار ہو جاتی ہے۔ ہمارا

دعوےٰ یہ ہَے کہ مذہب اِسلام ہی بنی نوع اِنسان کی ہدایت کے واسطے سچّا اَور کافی مذہب ہَے - اَور ہمارے دعوےٰ کا ثبُوت اِس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہَے - کہ جُوں جُوں علوم و فنُون جدیدہ کی اِشاعت سے دِیگر مذاہب کی اُدھیڑ بُن ہو رہی ہَے - ہمارے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دِین کو روز افزوں ترقّی ہَے اِس روشنی کے زمانہ میں غَیر مذاہب کے بڑے بڑے عالم اَور فاضل ہمارے مذہب میں جوق جوق داخل ہو رہے ہَیں ہندوستان - سیلون - اِنگلستان - امریکہ اَور افریقہ کے موجُودہ واقعات ہمارے اِس دعوےٰ کے شاہد ہَیں - باوجُود مُسلمانوں کی مالی اَور مُلکی کمزوری کے ہر ایک مردم شُماری پر اِن کی تعداد میں لاکھوں کی بیشی اُس مُستحکم تصرّف کا پُورا ثبُوت دیتی ہَے جو مذہب اِسلام دُنیا پر حاصل کر رہا ہَے اَور یہی اِس کے سچّے اَور فطرتِ اِنسانی کے مُطابق ہونے کی کافی دلیل ہَے - کچھ عرصہ میں اِنشاء اللہ تعالیٰ تمام دُنیا کا مذہب اِسلام ہو جائیگا - اِس لئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ساتھ ہم مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ بھی شامل کرتے ہَیں اَور اِس طرح پڑھتے ہَیں :-

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ

یعنی سوائے اُس ایک خدُا کے کوئی اَور معبُود نہیں اَور مُحمّد اُس ایک خدُا کا سچّا رسُول اَور پَیغمبر ہَے - یہ کلمہ ہمارے ایمان کا پہلا رُکن ہَے *

ہر بات کی صداقت کے لئے دو قسم کے ثبُوت درکار ہوتے

ہیں - اوّل منقولی - دوم معقولی - جو امُور ہمیں ایسے بزُرگوں کی تحریر یا تقریر کے ذریعہ سے پہنچیں - جن کی راستبازی - دیانت اور دانشمندی پر پُورا پُورا یقین اور اعتبار ہو - ہم اُنہیں صحیح اور سچّا مانینگے - اور اُن کے صحیح اور سچّا ماننے کے لئے ایسے بزرگوں کی تحریر یا تقریر کو ہم منقولی ثبُوت کہینگے - اور جو باتیں ہمیں مشاہدات پر غور کرنے اور تجربات کے نتائج نکالنے سے صحیح ثابت ہوں - اُن کی صحّت کا ثبُوت معقولی کہلائے گا +

ہم مُناسب سمجھتے ہیں کہ بچّوں کی اطلاع اور فائدے کے واسطے اپنے پیغمبر کی صداقت کا ثبُوت دونوں طرح پر بیان کریں +

بارھواں سبق

آنحضرت کی رسالت کے منقولی ثبُوت

منقولی ثبُوت کے لئے ہم یہُودیوں اور عیسائیوں کی مُقدّس کتابیں پیش کرتے ہیں - جن کے لکھنے والوں کی راستبازی - دیانت اور دانشمندی مسلمۂ جانبین ہے - اور اس جگہ اُن پیشینگوئیوں میں سے چند لکھتے ہیں جو ہمارے حضرت کی نسبت توارت اور انجیل میں پائی جاتی ہیں +

پہلی پیشینگوئی - خُدا نے ابراہیم (علیہ السّلام) سے کہا کہ

مَیں نے اسمٰعیل کی نسبت تیری سُنی - دیکھ مَیں نے اُسے برکت دی ہے مَیں اُس کو بارآور کرونگا - اُس کی نسل بیشمار ہوگی - اِس سے بارہ سردار ہونگے - اَور مَیں اُسے ایک بڑی قوم بناؤنگا توراۃ کتاب پیدائش باب ۲۷ آیت ۲۰ +

ہمارے حضرت علیہ الصّلوٰۃ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی اَولاد سے ہَیں - اَور جو وعدہ خُدا نے حضرت اسمٰعیل کے حق میں کیا تھا وُہ اِس طرح پُورا ہُوا کہ اُن کی اَولاد میں سے نبی آخرالزّماں خیرالبشر اَور دُنیا کے بڑے بھاری مصلح پیدا ہُوئے جن کی اُمّت دُنیا کی ایک بڑی قوم مانی جاتی ہَے +

دُوسری پیشینگوئی (حضرت) مُوسٰے (علیہ السّلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ خُداوند جو تیرا خُدا ہَے تیرے بھائیوں میں سے تیرے لیئے ایک نبی میری مانند پیدا کریگا تم اُس کی سُنیو اَور خُدا نے مُوسٰی سے کہا کہ مَیں اُن کے (بنی اسرائیل کے) بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی پیدا کرونگا - مَیں اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالونگا - جو کُچھ مَیں حُکم دُونگا وُہ میرے نام سے اُن کو سُنائیگا - اَور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میرا کلام جو وُہ نبی کہیگا نہ سُنیگا مَیں اُس سے مواخذہ کرونگا - مگر جو نبی اَیسی دلیری کریگا کہ میری طرف وُہ احکام منسُوب کرے گا - جن کی نسبت مَیں نے حُکم نہیں دیا یا میرے سوا کسی اَور معبُود کی نسبت گفتگو کریگا - وُہ نبی ہلاک کیا جائیگا - توراۃ کتاب پنجم باب ۱۸ - آیت ۱۵ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ +

یہ بشارت خاص آنحضرت کی نسبت ہے۔ عیسائی لوگ زبردستی اور غلطی سے اِسے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مگر پیشینگوئی کے مضمون سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عیسےٰ اِس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اِس میں پہلی شرط یہ ہے کہ وُہ نبی بنی اِسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا۔ بنی اِسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل تھے۔ جن کی اَولاد سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہُوئے ہَیں۔ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام بنی اسرائیل تھے۔ اِس لئے وُہ اِن الفاظ کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ پیشینگوئی حضرت عیسےٰ کی نسبت ہوتی۔ تو اُس کے الفاظ اِس طرح ہوتے۔ "خُداوند جو تیرا خُدا ہے تمُ میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند پَیدا کریگا"۔

تیرھواں سبق

دُوسری پیشینگوئی پر بقیّہ بحث

اِس پیشینگوئی میں دُوسری شرط یہ ہے کہ وُہ نبی حضرت مُوسےٰ کی مانند ہوگا۔ حضرت مُوسیٰ قانونِ فطرت کے مُطابق ماں اَور باپ سے پَیدا ہُوئے۔ اپنی ماں کا صرف دُودھ پیا۔ مگر فرعون کے گھر ہوش سنبھالا۔ ہوش سنبھالتے ہی دُشمنوں کے خوف سے وطن چھوڑ کر بھاگے۔ چالیسویں سال خُدا سے

ہمکلام ہُوئے۔ اُنہیں حُکم ہوا کہ اپنی قوم کو فرعون کے عذاب سے چھڑائیں۔ وُہ اپنی قوم کے سردار ہُوئے۔ خُدا کی طرف سے اُنہیں شریعت ملی۔ اُنہوں نے اپنی قوم کے بنائے ہُوئے بُت توڑے غیر قوموں سے جہاد کیئے۔ اور بنی اسرائیل کی ایک سلطنت قائم کی۔ اُن کی کتاب میں قوانین شریعت بطور احکام درج ہیں۔ کھانے پینے کی چیزوں میں حرام حلال کی تمیز ہے۔ ختنہ اور قربانی کا حُکم ہے۔ اور اُن کی وفات بھی قانونِ قدرت کے مُطابق واقع ہُوئی +

حضرت مُوسےٰ کی طرح ہمارے حضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام قانونِ فطرت کے مُطابق ماں اور باپ سے پیدا ہُوئے۔ تھوڑے عرصہ کے واسطے دائی حلیمہ کے سپرد کیئے گئے۔ واپس آتے ہی چھوٹی عُمر میں اپنی والدہ سے ہمیشہ کے لئے جُدا ہُوئے۔ چالیسویں سال خُدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہُوا۔ اور دُشمنوں کے خوف سے وطن چھوڑنے پر مجبور ہُوئے۔ آنحضرت نے اپنی مُتفرق شُدہ قوم کو متّفق کیا۔ بُت پرستی اور جہالت کی ظُلمت سے نکال کر توحید اور تہذیب کی منزل پر پہنچایا۔ آپ اپنی قوم کے سردار اور بادشاہ ہُوئے۔ خُدا کی طرف سے آپ کو خاص شریعت ملی۔ جو شریعت مُوسوی کی طرح حرام اور حلال چیزوں میں تمیز کرتی ہے۔ اور ختنہ اور قُربانی کا حُکم بھی دیتی ہے۔ آپ نے خانۂ کعبہ کے بُت توڑے۔ جہاد کیئے۔ اور مُسلمانوں کی دینی اور دُنیاوی حکومت قائم کی +

حضرت عیسیٰ کے حالات جو اناجیل میں درج ہیں بالکل اِس کے خلاف ہیں۔اِن کی وِلادت خلاف قانونِ قدرت بغیر باپ کے بیان کی جاتی ہے۔روٹی کے لئے نان شبینہ کے محتاج اور مکان سکونتی کے لئے بھیڑوں اور بڑوں سے بھی زیادہ عاجز رہے اور آخرش بقول اپنی اُمت کے تینتیس سال کی عمر میں صلیب پر لٹکا کر مارے گئے۔ملعون ہُوئے۔تیسرے دِن قبر میں سے اُٹھ کر آسمان پر چلے گئے۔اور آج تک زندہ ہیں۔حضرت عیسےٰ نے تمام چیزوں کو جو باہر سے اندر جاتی ہیں پاک بتایا۔ختنہ اور قُربانی کی رسم کو ترک کیا۔کُتب اناجیل محض حضرت عیسےٰ کے سوانح عمری ہیں۔توراۃ کی طرح شرعی قانون کی صُورت میں نہیں +

تیسری شرط اِس پیشینگوئی میں یہ ہے۔کہ خُدا اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالیگا۔یعنی جو بات وُہ کہیگا وُہ خدا کی طرف سے کہیگا۔اُس کا کلام خُدا کا کلام ہوگا۔قرآن شریف کا طرزِ بیان اِسی طرح ہے کہ خُدا خُود بولتا ہے اور خُود حُکم دیتا ہے۔مگر اناجیل حضرت عیسےٰ کی رحلت کے بعد حواریوں نے بطور تاریخ تحریر کیں۔اُن کے بیانات اور احکام صاف اور صریح طور پر حواریوں کا کلام ہیں۔اور کسی طرح بھی صاحبِ کتاب انجیل اس بشارت کا مِصداق نہیں ہوسکتا کہ خُدا اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالے گا۔اور جو کچھ وُہ کہیگا خُدا کی طرف سے کہیگا +

چوتھی شرط اِس پیشینگوئی میں یہ ہے کہ جو کوئی اُس نبی کی نہ سُنیگا قابلِ مواخذہ ہوگا۔ اور دُوسری جگہ لکھا ہے۔ کہ وُہ اُمّت میں سے ہلاک کیا جائیگا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مخالفوں کا یہی حال ہُوا کہ وُہ ہلاک کئے گئے برخلاف مسیح کے کہ بقول اپنی ہی اُمّت کے اُن کے مخالفین اُن کے مصلُوب کرنے میں کامیاب ہُوئے۔ خُود اُن کے شاگردوں نے مُصیبت کے وقت اُن کا اِنکار کیا۔ اَور بجائے مواخذہ کے اِنعام پایا۔

چودھواں سبق

دُوسری پیشینگوئی پر بقیّہ بحث

پانچویں شرط اِس پیشینگوئی میں یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اُس مَوعُودہ نبوّت کا جھُوٹا دعوے کریگا وُہ ہلاک کیا جائیگا۔

قرآن مجید نے یہ دعوے کیا کہ وُہ مَوعُود نبی مثیل مُوسیٰ آنحضرت صلعم ہی تھے۔ خُدا فرماتا ہے:۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۔

یعنی ہم نے تمہاری طرف رسُول بھیجا جو تُم پر گواہی دیتا ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسُول (مُوسےٰ) بھیجا تھا۔

پس اگر آنحضرت معاذ اللہ جھُوٹے ہوتے تو اِس پیشینگوئی کے مُطابق ہلاک کئے جاتے۔ مگر چونکہ وُہ اپنے دعوے میں

سچے تھے۔ اس لئے اُنہیں اپنے ارادوں اور مقاصد میں پُوری کامیابی ہُوئی۔ ہاں اُن کے بعد مُسیلمہ وغیرہ نے جھُوٹا دعوےٰ کیا اور مارے گئے۔ حضرت عیسےٰ نے تو مَوعُود نبی ہونے کا دعوےٰ ہی نہیں کیا۔ جیسا کہ پانچویں پیشینگوئی سے ثابت ہوگا۔ اِس لئے اُن کے مصلُوب ہو کر مارے جانے کو اِس شرط سے کچھ تعلق نہیں۔ لیکن اگر عیسائی لوگ زبردستی سے اور بلا وجہ مُوجّہ اس پیشینگوئی کو حضرت عیسےٰ کی طرف منسُوب کریں تو مصلُوب ہو کر مارے جانے اور ملعُون بننے کے باعث اِس شہادت کے مُطابق معاذ اللہ جھُوٹے پیغمبر ثابت ہونگے ٭

پندرھواں سبق

آنحضرت کی نسبت زاید پیشینگوئیاں

تیسری پیشینگوئی۔ حضرت سُلیمان اپنی غزلُ الغزلات باب پنجم آیت ۱۰ لغایت ۱۶ میں اپنے محبُوب کی اِس طرح تعریف کرتے ہیں۔ میرا دوست نُورانی گندم گُوں۔ ہزاروں میں سردار ہے۔ اُس کی آنکھیں اَیسی ہیں۔ جیسے پانی کے کُنڈل پر کبُوتر دُودھ میں دُھلے ہُوئے نگینہ کی مانند جڑے ہیں اُس کے رُخسارے اَیسے ہیں جیسے ٹٹی پر خُوشبُودار بیل چھائی ہُوئی اَور چھلکے ہیں خُوشبو رگڑی ہُوئی۔ اُس کے ہونٹ پھُول کی

پنکھڑیاں جن سے خوشبو ٹپکتی ہے۔ اُس کے ہاتھ سونے سے
ڈھلے ہُوئے اور جواہر سے بھرے ہُوئے ہیں۔ اُس کا پیٹ
جیسے ہاتھی دانت کی تختی جواہر سے پٹی ہُوئی۔ اُس کی پنڈلیاں
ہیں جیسے سنگ مرمر کے ستون سونے کی بیٹھک میں جڑے
ہُوئے۔ اُس کا چہرہ مانند آفتاب کے۔ جوان مانند صنوبر کے۔
اُس کا گلا نہایت شیریں۔ وُہ بالکل محمدؐ (یعنی تعریف کیا گیا)
ہے۔ یہ ہے میرا دوست اور محبوب۔ اے بیٹیو یروشلم کی "!

اِس پیشینگوئی میں آنحضرت کا نام مُبارک محمدؐ صاف طور پر دیا گیا ہے۔ گو مترجموں نے اپنی غلطی سے محمدؐ کا ترجمہ محبوب کر دیا ہے+

چوتھی پیشینگوئی - توریت کی کتاب پنجم باب ۳۳ آیت ۲ میں ہمارے پیغمبر کی نسبت اِس طرح پیشینگوئی ہے اور کیا خدا سینا سے نکلا۔ اور شعیر سے چمکا۔ اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہُوا۔ اُس کے ہاتھ میں شریعت روشن۔ ساتھ لشکر ملائکہ کے آیا۔ یہ امر مسلّم ہے۔ کہ سینا کا پہاڑ حضرت مُوسیٰ کے معراج کی جگہ ہے۔ اور شعیر حضرت عیسےٰ کے بعثت کا مقام ہے۔ اور فاران مکّہ کے بیابان کا نام ہے۔ جو ہمارے حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم کا مولد تھا۔ اور جہاں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم دس ہزار قدوسیوں کے ہمراہ ہجرت سے واپس آئے تھے+

سولھواں سبق

آں حضرت کی نسبت انجیل کی پیشینگوئیاں

پانچویں پیشینگوئی "جب عُلمائے یہُود حضرت یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کے پاس آئے۔ اَور اُس سے پُوچھنے لگے کہ تُو کَون ہَے؟ آیا مسیح ہَے۔ تو اُس نے اقرار کیا اَور اِنکار نہ کیا کہ مَیں مسیح نہیں ہُوں۔ اُنھوں نے پُوچھا کہ پھر تو کَون ہَے؟ آیا تُو الیاس ہَے۔ اُس نے کہا مَیں الیاس نہیں ہُوں۔ تب اُنھوں نے پُوچھا تو وُہ نبی (مَوعُود) ہَے۔ تو اُس نے کہا نہیں" (انجیل یُوحنّا باب ۱ آیت ۲۰)

اِس سے ثابت ہوتا ہَے۔ کہ یہُودیوں کو کُتب مقدّسہ کی رُو سے تین نبیوں کا اِنتظار تھا۔ اوّل الیاس۔ دوم مسیح سوم وُہ نبی مَوعُود جس کا وعدہ حضرت مُوسیٰ کی زبانی دیا گیا اَور جس کا ذکر مفصّل دُوسری پیشینگوئی میں ہو چُکا ہَے۔ اَور اِس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہَے۔ کہ حضرت مسیح اَور وُہ نبی مَوعُود دو مختلف اَور علیحدہ علیحدہ شخص تھے۔ جیسا کہ عُلمائے یہُود کے سوال اَور حضرت یُوحنّا کے جواب سے پایا جاتا ہَے۔ اَور یہ بھی ظاہر ہَے۔ کہ حضرت یُوحنّا اَور حضرت عیسےٰ کے وقت تک وُہ نبی (مَوعُود) نہیں آ چُکا تھا۔ حضرت عیسےٰ اَور حضرت یُوحنّا کے بعد سوائے ہمارے پیغمبر صلّی اللہ

علیہ وسلم کے کوئی شخص مُوسےٰ کی مانند پَیدا نہیں ہُوا ٭

چھٹی پیشینگوئی "پس توبہ کرو اَور مُعافی مانگو تا کہ تُمہارے گُناہ بخشے جائیں - اَور خُدا کی حضور سے تازگی بخش ایّام آئیں - اَور وُہ مسیح کو تُمہارے پاس پھر بھیجے - جس کی نسبت تُم کو پہلے خبر دی گئی تھی - ضرور ہَے کہ آسمان اُسے لئے رہے جب تک کہ وُہ تمام باتیں اپنی حالت پر آئیں - جن کی نسبت دُنیا کی اِبتدا سے خُدا نے مقدّس نبیوں کی معرفت خبر دی ہَے - کیونکہ مُوسےٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خُداوند جو تُمہارا خُدا ہَے تُمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی میری مانند پَیدا کریگا جو کچھ وُہ تُم سے کہے تُم اُس کی سُننا اَور اَیسا ہوگا کہ جو اُس کی نہ سُنیگا وُہ قوم میں سے ہلاک کیا جائیگا" (رسُولوں کے اعمال باب ۳ آیت ۱۹ لغایت ۲۳) اِس تحریر سے تو اب صاف ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح کے آسمان پر جانے اَور پھر واپس آنے کے عرصہ کے درمیان مقدّس نبیوں کی پیشینگوئیاں پُوری ہونگی اَور اُن پیشینگوئیوں کا خلاصہ یہ ہَے کہ ایک نبی آئیگا جو مُوسےٰ کی مانند ہوگا وغیرہ وغیرہ ٭

ستر ھواں سبق

آنحضرت کی نسبت زاید پیشینگوئیاں

ساتویں پیشینگوئی "مسیح نے کہا مَیں تُم سے سچ سچ کہتا

ہوں - کہ میرا جانا تمہارے لئے ضرور ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط نہیں آئیگا لیکن اگر میں جاؤں تو میں اس کو تمہارے پاس بھیج دونگا - (انجیل یوحنّا باب ۱۶ آیت ۷)

آٹھویں پیشینگوئی - مسیح نے کہا کہ میں نے تمہیں یہ باتیں کہی ہیں کہ میں ابھی تک تم میں موجود ہوں - مگر فارقلیط جو روح القدس ہے جسے خدا تمہارے پاس میرے نام سے بھیجیگا وہ تم کو تمام باتیں سکھائیگا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ تم کو یاد دلائیگا ٭

اِن دونو پیشینگوئیوں کی نسبت عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ فارقلیط موعود وہ روح القدس ہے جو مسیح کے آسمان پر جانے سے کچھ دنوں بعد حواریوں پر نازل ہوئی جس سے وہ ہر ملک کی زبانیں بولنے لگے - وہ فارقلیط کے معنی تسلّی دینے وال کرتے ہیں - حالانکہ یہ لفظ احمدؐ کا مترادف ہے - اِس بارہ میں مفصّل بحث کتابوں میں موجود ہے - ہم صرف اس قدر کہنا چاہتے ہیں - کہ اِس لفظ سے وہ روح القدس مراد لینا جو حواریوں پر نازل ہوئی غالباً پچھلے دِنوں کی گھڑت ہے - جو آنحضرت صلعم کے زمانہ کے عیسائیوں نے گھڑی ہوگی - رسُولوں کے اعمال میں اِس بات کا کہیں بھی ذکر نہیں کہ وہ روح القدس جو حواریوں پر نازل ہوئی وہ موعودہ فارقلیط تھی - بلکہ حواریوں کی روح القدس کے نزول کے بعد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے زمانہ سے

پہلے اِس لفظ کی نسبت عام خیال یہی تھا۔ کہ فارقلیط مَوعُود آنے والا ہے۔ چنانچہ دُوسری صدی عیسوی میں ایک شخص مانٹانوس نامی نے مَوعُود فارقلیط ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اَور اُس کے پَیرووُں نے بھی اُسے اَیسا ہی مانا۔ مانٹانوس کے بعد ایک اَور شخص منیس نامی فارقلیط مَوعُود بنا۔ اَور عُلماء اَور صُلحاء کی ایک بڑی جماعت اُس کی حامی ہو گئی۔ مگر آخر کار منیس بھی ناکام رہا۔ اَور اُس کے حامیوں کو اپنی غلط فہمی کا اِقرار کرنا پڑا۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ فارقلیط سے وُہ رُوح القُدس مُراد نہیں جو حواریوں پر نازل ہُوئی۔ بلکہ کِسی آنے والے شخص سے مُراد ہے۔ اَور وُہ وُہی سچا اَور خُدا کی طرف سے مقرّر کیا ہُوا کامل اِنسان تھا جس کا نام احمد صلعم فارقلیط کا مُترادف تھا۔ جسے عیسائیوں نے نہ پہچانا جیسا کہ حضرت مسیح کو یہودیوں نے نہ جانا۔ بشپ ٹرٹولین نے اُس مفصّل بیان میں جو اُس نے سنہ ۲۰۰ء میں اپنی اَور عام عیسائیوں کی بریّت میں شہنشاہ رُوما کے مجسٹریٹوں کے رُو برو دیا تھا اَور جس میں اُس نے عیسائی عقیدہ کی پُوری تشریح کی تھی اُس رُوح القُدس کے آ چُکنے کا کوئی ذِکر نہیں کیا۔

اٹھارھواں سبق

معقولی ثبوت

جب کوئی شخص دعوےٰ کرتا ہے کہ مَیں دُنیا یا مُلک یا

قوم کی اِصلاح کے واسطے پَیدا کیا گیا ہُوں - تو ہمیں سوچنا چاہئے کہ اَیسے مُدّعی کی ذات صفات - قابلیّت اَور چال چلن کیسے ہَیں - اُس کے دعوے میں فریب یا خُود غرضی پائی جاتی ہے یا جو کچُھ وُہ کہتا ہے سچّے دِل اَور سچّے ایمان سے محض بہ نظرِ ہمدردی و اِصلاح بنی نوع اِنسان کہتا ہے - اُس کی باتیں بناوٹی ہَیں - یا اُس کی فِطرت اَور دِلی ہمدردی سچّے طور پر اَیسی باتیں کہنے اَور کرنے پر مجبُور کرتی ہے - وُہ اپنے دعوے کی تائید میں کچُھ کرتا اَور کر سکتا بھی ہے یا صِرف خالی اَور خُشک دعویٰ ہی ہے ٭

ہمارے پاس آنحضرت کے مخالفوں اَور موافقوں کی تحریریں مَوجُود ہَیں - جن کی نِسبت ہم پُورے وثُوق سے یہ کہہ سکتے ہَیں کہ جو حالات آنحضرت کی نِسبت اِن میں درج ہَیں - وُہ اَیسے ہَیں کہ گویا ہم بچشمِ خُود دیکھ رہے ہَیں - اِن تحریروں سے ہم اُس بڑے مُدّعی اِصلاح کی راستی کا صحیح اندازہ کر سکتے ہَیں - آنحضرت عرب کے ایک نہایت شریف خاندان میں پَیدا ہُوئے - آپ کا رنگ و رُوپ اَور حُسن و جمال نہایت دلکش اور دِلرُبا تھا - دادا نے آپ کا نام محمّدؐ اَور والدہ نے احمدؐ اُس وقت رکھا تھا جبکہ اُن دونو کو اُس نوزائیدہ شیر خوار بچّے کی آئندہ شان و شوکت اَور دعوے کا وہم بھی نہ تھا - اَور نہ یہ خیال تھا کہ اَیسا نام رکھنے سے مقدّس نوشتوں کی پیشینگوئیاں پُوری ہونگی ٭

اُنیسواں سبق

معقولی ثبوت پر بقیہ بحث

قدرت نے آپ کو بے مثل اور بے عدیل فصاحت عطا کی تھی - اوایل ہی میں آپ کے افعال اور اقوال میں دیانت اور راستبازی اِس قدر تھی - کہ دعوےٰ نبوّت سے سالہا پہلے اُن لوگوں نے جن میں آپ نے پرورش پائی آپ کو **امین** کا خطاب دیا تھا - آپ کے زمانہ ابتدائی میں اہلِ عرب بُت پرستی - شراب خواری - قمار بازی - عیّاشی - غارت گری اور قتل و چوری میں ضرب المثل تھے - اور یہ آپ کا روشن اور بیّن مُعجزہ تھا - کہ ایک بچہ اُسی قوم میں پیدا ہو اور پرورش پائے جس میں یہ تمام بُرائیاں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوں - اور وُہ اُن سے قطعاً بری اور پاک رہے - حتیٰ کہ کسی مؤرّخ موافق یا مخالف نے ایسے کاموں میں آپ کی شمولیّت بیان نہیں کی - آنحضرت نہ صرف اُن بُرائیوں سے پاک رہے بلکہ اپنی قوم کو بھی جو صدیوں سے ایسی بُرائیوں کی عادی ہو رہی تھی پاک کیا - آپ کے فہم و فراست اور ذہن و ذکا قُدرت نے ایسے رسا پیدا کئے تھے - کہ چھوٹی سی عُمر میں بڑے بڑے مقدمات فیصلہ کے لئے آپ کے پیش ہُوا کرتے تھے - آپ کی ہمّت اور اِستقلال کا شُہرہ تشریح کا محتاج نہیں

یہ تمام خوبیاں خُدا داد ہیں۔ کوشش یا محنت یا تجربہ سے ان کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔ نہ اپنی کوشش سے انسان شریف خاندان میں پیدا ہو سکتا ہے۔ نہ اپنی محنت سے خوبصورت بن سکتا ہے۔ نہ اپنا نام آپ ہی محمدؐ اور احمدؐ رکھ سکتا ہے نہ خود اپنے تجربہ اور محنت سے فصیح ہو سکتا ہے۔ علی الخصوص ایسی حالت میں کہ تعلیم ظاہری سے بالکل معرّا ہو۔ دیانت۔ اتقا۔ فہم و فراست اور ہمّت و استقلال کا بھی یہی حال ہے یہ سب بیش بہا اور مشکل الحصول نعمتیں خُدا اسی شخص کو عطا کرتا ہے جس سے کوئی خاص کام لینا مدِّ نظر ہو۔

بیسواں سبق

بقیہ ثبوت معقولی

حضرت عیسےٰ علیہ السّلام اپنی زندگی میں باوجود بڑی محنت اور کوشش کے سوائے چند ماہی گیروں اور بھٹیاروں کے کسی کو اپنا معتقد اور معاون نہ بنا سکے۔ اور وہ بھی صرف اتنے تھے کہ ہاتھوں کی انگلیوں پر گنے جائیں۔ آخرش اُن کو یہ کہنا پڑا کہ نبی اپنے شہر میں کبھی نبی نہیں ہو سکتا۔ برخلاف اِس کے حضرت کی زندگی ہی میں تمام مُلک عرب آپ کا معتقد اور مطیع ہو گیا تھا۔ آنحضرت نے دعوٰے نبوّت

کیا۔ تو سب سے پہلے آپ کی بیوی پھر آپ کا غلام زیدؓ پھر آپ کے بھائی حضرت علیؓ آپ پر ایمان لائے۔ اِن تینوں کے تعلقات آنحضرت سے ایسے گہرے اور قریب تھے کہ اگر آپ کے خیالات میں ذرّہ بھی بناوٹ اور تصنّع ہوتا تو یہ کبھی ایمان نہ لاتے۔ حضرت ابوبکرؓ جیسے مُعمّر۔ ذی وجاہت اور عاقبت اندیش اور حضرت عمرؓ جیسے بہادر۔ دلیر۔ مُدبّر اور راستی پسند بزرگوں کا ایمان لانا اور آپ کی ہر ایک بات پر آمنّا و صدقنا کہنا آپ کی صداقت کا پُورا ثبوت ہے۔ ایسے لوگ جو بڑی بڑی سلطنتوں کا نظم و نسق ایسی خوبی اور خوش اسلوبی سے کر سکیں۔ جیسے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کیا۔ وُہ ایسے شخص سے کبھی دھوکا نہیں کھا سکتے تھے۔ جو اُنہیں میں سے ہو۔ اُنہیں میں پلا اور بڑا ہُوا ہو۔ اور اُنہیں میں اُس نے اپنی زندگی کا آخری سانس لیا ہو۔

حضرت مسیح کے شاگرد چند ماہی گیر تھے۔ اور اُنہیں میں سے بعض نے تھوڑے سے خطرے پر اپنے ہادی اور اُستاد کا انکار کیا۔ مگر ہمارے حضرت کے اصحاب کو آپ کی راستی اور صداقت پر اس قدر یقین تھا۔ کہ آپ کی صحبت میں طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہوئے۔ اور قتل کئے گئے۔ مگر انکار نہ کیا۔

اکیسواں سبق

بقیہ ثبوتِ معقولی

دعوائے نبوت میں آپ کی کوئی ذاتی غرض یا دنیاوی شہرت کی خواہش مضمر نہ تھی۔ چنانچہ جب آپ نے عرب کے بتوں کی اور ان کے خداؤں کی توہین اور تحقیر کا وعظ کرنا شروع کیا۔ تو آپ کی قوم نے عتبہ کو بطور وکیل کے آپ کے پاس بھیجا۔ اس نے کہا کہ " اے میرے دوست کے بیٹے! تو حسب و نسب میں اور سب انسانی خوبیوں اور صفات میں ہم میں ممتاز ہے۔ پھر اپنے ملک میں فساد کیوں پھیلاتا ہے؟ اپنے ملک کے قبائل کو کیوں متفرق کرتا ہے؟ ہمارے خداؤں کی تحقیر کیوں کرتا ہے؟ اور ہمارے بزرگوں اور داناؤں پر ناراستی اور بیدینی کی تہمت کیوں لگاتا ہے؟ ہم تیرے ساتھ نرمی سے برتاؤ کرنا چاہتے ہیں۔ تو میری تجاویز سن۔ اور ان پر غور کر۔ اگر ہمارے خداؤں کی توہین اور تذلیل سے تیرا منشا دولت حاصل کرنے کا ہے۔ تو ہم عرب کی تمام دولت تیری حضور پیش کرتے ہیں۔ تو قریش میں سب سے زیادہ دولتمند ہو جائیگا۔ اگر شہرت اور عزت کی خواہش ہے تو ہم تجھے اپنا بادشاہ اور سردار مان لینے کو تیار ہیں اور کوئی کام بغیر تیری صلاح اور مشورہ اور اجازت کے نہ

کرینگے۔اور اگر تجھے جنون ہو گیا ہے۔تو بڑے بڑے نامی اور حاذق طبیب تیرے علاج کو حاضر ہیں۔تجھ سے ہم التجا کرتے ہیں۔کہ تو ہمارے خداؤں کی تحقیر نہ کر اور ہمارا مذہب نہ بگاڑ"۔

مگر آپ نے ان سب باتوں کے جواب میں فرمایا کہ" نہ میں دولت کا بھوکا ہوں۔نہ مجھے بادشاہت کی تمنا ہے۔اور نہ جنون ہے۔مجھے خدا نے بھیجا ہے۔کہ میں تم کو اس جزا اور سزا کی خبر دوں جو تمہارے اعمال کے صلہ یا پاداش میں تمہارے لئے تیار ہو رہی ہے۔میں جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔اس سے باز نہیں رہ سکتا"۔

بائیسواں سبق

بقیہ ثبوت معقولی

مندرجۂ بالا واقعہ کے بعد قریش آنحضرت کے چچا ابو طالب سے ملتجی ہوئے۔کہ وہی اپنے بھتیجے کو فہمائش کریں۔ورنہ تمام قوم کے مقابلہ کو تیار ہو جائیں۔اس پر ابو طالب نے آپ کو سمجھایا کہ" ایسی باتوں سے اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو خطرہ میں نہ ڈالو"۔حضرت نے چشم پُرآب ہو کر جواب دیا۔کہ" چچا جان! اگر زمین اور آسمان ٹل جائیں میں اس کام سے جس کے لئے خدا نے مجھے پیدا کیا نہ ٹلونگا خواہ اس

راہ میں میری جان جاتی رہے ؎

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید
یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

یہ دُھن کا پکّا اِرادوں کا سچّا اور بنی نوع اِنسان کی اِصلاح اور بہتری کا دِل سے عاشق دَولت - حکومت اور خویشوں کی اُلفت پر ٹھوکر مارتا ہے - اور جو کچھ خُدا نے اُسے حُکم دِیا ہے - اُس کی تعمیل میں دھمکیوں - گالیوں - سختیوں اور جلا وطنی کو تمام دُنیاوی آرزُوؤں اور شوکتوں پر ترجیح دیتا ہے بس اِس سے زیادہ خلوصِ نیّت کا اَور کیا ثبُوت ہو سکتا ہے پُورے اِقتدار کے دِنوں میں جبکہ آپ کو ایک عظیم الشان شہنشاہ کے اِختیارات حاصل تھے - آپ نے اپنے ذاتی آرام اور آسائش کا کبھی خیال نہ کیا - آپ کا بستر اپنا معمُولی لبادہ تھا - آپ کا تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجُور کے پتّے بھرے ہُوئے تھے - آپ اپنی بکریوں اور بھیڑوں کو خُود دوہتے تھے - اور اپنے پھٹے ہُوئے کپڑے اور ٹوٹی ہُوئی جُوتیاں اپنے ہاتھ سے مرمّت کرتے تھے - پس وہ لوگ کیسے بے اِنصاف ہیں - جو باوصف ایسے صریح ثبُوتوں کے پھر بھی آنحضرتؐ کو معاذ اللہ فریبی - خُود غرض اور مکّار کہتے ہیں +

اب ہم آنحضرتؐ کی تعلیم کی برکتیں مختصر طور پر بیان کرتے ہیں - آپ نے شرک اور بُت پرستی کو معدُوم کیا - تمام مُلک میں ایک خُدا کی پرستش کی مُنادی کی - دُختر کُشی کی قبیح رسم

کو مٹایا۔شراب خواری قمار بازی کی ممانعت کی۔کثرت ازدواج کو محدود فرمایا۔غلاموں کی آزادی پر زور دیا۔اخوت اور باہمی ہمدردی کا سبق پڑھایا۔مستورات کے حقوق محفوظ کئے۔عہد و پیمان کے پورا کرنے کی تاکید فرمائی۔جھوٹ بولنے اور بیگانہ حق غصب کرنے سے روکا۔یتیموں اور بیکسوں کی دستگیری کا حکم دیا۔علوم و فنون کی تحریص دلائی۔اور اس سچی اور دلسوز تعلیم کا اثر یہ ہوا۔کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ریگستان کے شتربان نہ صرف عرب۔بلکہ تمام دنیا کے گلہ بان ہو گئے +

تیئسواں سبق

آنحضرت صلعم کی نسبت منصف مزاج

یورپین فلاسفروں کی رائیں

اگرچہ ایسے بدیہی منقولی اور معقولی ثبوتوں کے بعد آنحضرت کی صداقت کی نسبت زیادہ دلائل کی ضرورت نہیں۔مگر اس جگہ بعض یورپین فلاسفروں کی رائیں نقل کرنا بے موقع نہ ہوگا جو معتقدانہ نہیں۔مگر کسی قدر منصفانہ ہیں۔ہم ان راؤں کو مقدسانہ وقعت نہیں دے سکتے۔ان کے بیان کرنے سے ہمارا منشاء صرف اس امر کا ظاہر کرنا ہے۔کہ باوجود غیر معتقد ہونے کے اور باوصف کارل ہمکنہ چینی کے اصلی واقعات نے

اِن فلاسفروں کو اِسلام کی خُوبیوں کے قائل ہونے پر مجبُور کیا ہے
مسٹر رینن اپنی کتاب "سٹڈیز آف ریلیجس ہسٹری" کے صفحہ ۲۰۱
پر لکھتے ہیں۔ کہ "اِسلام جو ٹھیک ٹھیک صرف رُوحانی نہیں۔
بلکہ زیادہ تر حقیقی یا طبعی یا جبلّی مذہب ہے۔ متین ہے۔ فیاض
ہے۔ اور قِصّہ کوتاہ مردانہ مذہب ہے۔ اور گو مجھے اِقرار کرنا پڑتا
ہے۔ کہ مگڈلین یا بقاء کی عجیب و غریب مثالیں اِس میں موجُود
نہیں با ایں ہمہ یہ خُشک اور معقول مذہب ارباب زہد و
اتقا کے شیفتہ کرنے کے لِئے کافی کشش رکھتا ہے"۔ آگے چل
کر مسٹر رینن لکھتے ہیں کہ "اگر ہم سے دریافت کیا جائے۔ کہ
اُس تعلیم و تہذیب کے حملوں کے مُقابلہ میں جس کا عالمگیر
ہونا مُقدّر ہے۔ اِسلام کی قسمت کی کیا حالت ہوگی؟ تو ہمیں
اِقرار کرنا پڑتا ہے کہ آج تک کوئی ایسی بات ہمیں نہیں ملی۔
جس سے اِس مضمُون پر صحیح رائے قائم کی جا سکے۔ کوئی مذہب
معدُوم نہیں ہوتا بلکہ اُس کا وُہ مادہ جو دُنیا کے ایک بڑے
حصّہ کی عقلی اور اِخلاقی ہدایت پر حکُومت کرتا ہے زائل ہو
جاتا ہے۔ ایک طرف تو ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ اگر اِسلام کی
قسمت میں اِس قسم کا زوال لکھا ہے۔ تو وُہ زوال کسی
دُوسرے مذہب کے زور اور رسُوخ کی وجہ سے ہرگز نہیں۔
بلکہ زمانہ حال کے علوم و فنُون کی معقولیّت اور نکتہ چینی
کے باعث ہوگا۔ مگر دُوسری طرف یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ برخلاف
اُن قوی اور بلند برجوں کے جو طُوفان کا مُقابلہ کرتے اور

فوراً گر پڑتے ہیں۔ اسلام کی نرمی اور سادگی میں مقابلہ کی طاقت پوشیدہ طور پر متمکن ہے"

مسٹر ایڈورڈ گبن مشہور مؤرخ کہتے ہیں کہ "حضرت) محمد (صلعم) کا مذہب شکوک اور شبہات سے بری ہے۔ اور قرآن (مجید) خدا کی وحدانیت کی ایک عالیشان شہادت ہے"

چوبیسواں سبق

حکمائے یورپ کی راؤں کا بقیہ

مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں "ہم پوچھتے ہیں کیا اس امر کا سمجھنا ممکن ہے کہ ایسا بڑا سرگرم اصلاح کرنے والا جس نے اپنے ملک میں ایسی بڑی اور مستقل اصلاح کی ہو اور اس خطرناک اور کمینہ بت پرستی کے بجائے جس میں اس کی قوم صدیوں سے ڈوبی ہوئی تھی خدا کی وحدانیت پھیلائی ہو دختر کشی کو بند کیا ہو۔ شراب خوری اور قمار بازی کو چھڑایا ہو۔ کثرت ازدواج کو جس کا اس وقت کثرت سے رواج تھا۔ محدود کیا ہو۔ دھوکہ باز اور مکار کہلانے کا مستحق ہے: نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ فی الحقیقت فطرت کے نیک اور پاک ارادہ نے (حضرت) محمد (صلعم) کو ابتداء وحی سے جو انہوں نے خدیجہؓ پر ظاہر کی آخر دم تک جو انہوں نے عائشہؓ کے زانو پر لیا

نہایت استقلال اور سرگرمی سے بغیر کسی قسم کی رکاوٹ اور درماندگی کے مستعد رکھا"۔

مسٹر ٹامس کارلائل کہتے ہیں کہ "(حضرت) محمد (صلعم) کی نسبت ہمارے شکوک کہ وہ (معاذ اللہ) دغا باز اور جھوٹ کے پتلے تھے۔ اور یہ کہ اُن کا مذہب جباری اور سفاہت کی تماشا گاہ تھا۔ اب ہر کسی کو نا قابل قبول معلوم ہوتے ہیں۔ اور افترا اور جھوٹ جو اُس مقدس اور متبرک شخص پر سرگرم خوش اعتقادی سے برسائے جاتے تھے۔ اب صرف ہمارے ہی لئے حماقت اور شرمندگی کا باعث ہوتے ہیں"۔

جب پوکاک نے گروٹیس سے پوچھا کہ اُس کہانی کا کیا ثبوت ہے کہ (حضرت) محمد نے ایک کبوتر کو سکھایا ہوا تھا کہ آپ کے کان میں سے دانہ چُگے۔ اور یہ کبوتر وحی کا فرشتہ ظاہر کیا جاتا تھا۔ تو گروٹیس نے جواب دیا کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ ایسے ایسے افسانوں کو خیر باد کہا جائے۔

پچیسواں سبق

اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

مندرجہ عنوان فہرست میں اُن سچے اور پکے مردوں اور

عورتوں کے نام درج نہ کئے جائینگے ۔جنہیں اسلام قبول کرنے کے سبب اُن کی قوم نے طرح طرح کی تکلیفیں دیں ۔کسی کو گرم گرم ریت پر لٹا کر سینہ پر پتھر دھرا ۔کوئی تلوار سے قتل کیا گیا ۔کوئی لوہے کی سیخیں چبھو چبھو کر مارا گیا ۔ممکن ہے ۔کہ ہمارے معترضین یہ کہیں کہ یہ خوش اعتقاد لوگ تھے ۔ اور دُوسرے مذاہب میں بھی ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں ۔ بلکہ اس وقت صرف چار اصحاب کے نام لئے جاتے ہیں ۔اور ان میں سے ہر ایک کی نسبت سر ولیم میور جیسے باخبر عالم اور متعصب عیسائی کی رائے اس جگہ قلمبند کی جاتی ہے ۔جو باوجود اسلام کی سخت مخالفت کے حق بات کہنے پر مجبور ہوئے اور اس امر کا اندازہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں ۔کہ ایسے ایسے قابل ۔ عاقبت اندیش ۔معاملہ فہم ۔ نیک نیت ۔ راستباز ۔جری بہادر اور بے غرض بزرگوں کا ایمان لانا ۔جن پر کم فہمی اور ضعیف الاعتقادی کا وہم تک نہیں ہو سکتا ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو کس حد تک ثابت کرتا ہے۔

اوّل حضرت ابوبکرؓ ۔سر ولیم اپنی کتاب لائف آف محمد میں لکھتے ہیں کہ "حضرت ابوبکرؓ آنحضرت پر اعلیٰ درجہ کا ایمان رکھتے تھے ۔ اور یہی امر اُن کی قوت اور کامیابی کا بڑا باعث تھا ۔وُہ کہا کرتے تھے ۔کہ مجھے خلیفۂ خدا نہیں بلکہ خلیفۂ رسول خدا کہو ۔وُہ ہر امر میں اس بات کا لحاظ رکھتے تھے کہ رسول اللہ نے کیا فرمایا ہے؟ آپ کا کیا منشاء تھا؟ وُہ رسول اللہ

کی سُنّت اور حُکم سے سرِ مُو تجاوز نہیں کرتے تھے۔ اِسی وجہ سے وُہ منافقوں کی بیخ کنی میں اور اِسلام کی بُنیاد قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اُن کی خلافت کا زمانہ بہت مُختصر تھا۔ مگر رسُول اللہ کے بعد کوئی اور ایسا شخص نہیں پایا جاتا جس کی کوشش اور ہمّت کا اِسلام ایسا ممنُون ہو۔ اِسی وجہ سے اور نیز اِس لئے کہ اُن کا پیغمبر پر ایمان لانا خوُد آنحضرت کی سچائی اور صداقت کی قوی شہادت ہَے۔ مَیں نے (سر ولیم میور نے) اُن کے سوانح عمری میں اُن کے چال چلن پر مُطوّل بحث کی ہَے +

اگر (حضرت) محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اِبتدا ہی سے (معاذ اللہ) کذّاب ہوتے۔ اور اُنہیں اپنے کذب کا عِلم ہوتا تو وُہ (آنحضرت) کبھی ایسے شخص کی دوستی اور حُسنِ عقیدت کو حاصل نہ کر سکتے۔ جو نہ صرف نُکتہ رس اور دانا بلکہ سادہ مزاج اور با اخلاص تھا +

(حضرت) ابو بکرؓ کو ذاتی حشمت و عظمت کا کوئی خیال نہ تھا۔ اُنہیں شاہانہ اِقتدار حاصل تھا۔ اور اُن سے کوئی باز پُرس کرنے والا نہ تھا۔ مگر اِس اِقتدار کو ہمیشہ صرف مقاصد اِسلام کی تکمیل اور رفاہ عام کے لئے عمل میں لائے وُہ ایسے عقلمند اور ہوشیار تھے۔ کہ کسی سے دھوکا نہ کھا سکتے تھے۔ اور خوُد ایسے مُتدیّن تھے۔ کہ کسی کو فریب نہ دے سکتے تھے +

چھبیسواں سبق

بقیۂ اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

دوم حضرت عمرؓ۔ سر ولیم میور اپنی کتاب خلفاءِ راشدین میں لکھتے ہیں کہ "انتقال کے وقت وہ ایسی بڑی سلطنت کے شہنشاہ اور خلیفہ تھے۔ جس میں شام۔ مصر۔ اور فارس کے ملک شامل تھے۔ تاہم ایسے تعجب خیز دولت اور اقبال کے تمام زمانہ میں ان کی قوت فیصلہ میں ہمیشہ دانائی اور سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ انہوں نے گزارہ میں معمولی سرداران عرب کے قناعت آمیز طریقہ سے کبھی تجاوز نہیں کیا۔ اگر کوئی اجنبی دور کے ملک سے آتا۔ تو بڑی مسجد کے صحن کی طرف دیکھ کر سوال کرتا کہ خلیفہ کہاں ہے؟ حالانکہ وہ شہنشاہ اپنے معمولی لباس میں اس کے سامنے بیٹھا ہوتا تھا۔ سادہ مزاجی اور ادائے فرائض ان کے اصول تھے۔ بڑی ذمہ واری کے عہدہ کے فرائض ادا کرنے میں ان کی بے رعایتی اور پرہیزگاری مشہور اور ضرب المثل تھی۔ آپ امورِ خلافت کے انصرام میں ایسے خوف سے کام کرتے۔ کہ اکثر اوقات پکار اٹھتے کہ "کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ یا میں گھاس کا پولا ہوتا"۔

جوانی میں آپ اکھڑ۔ تند مزاج اور صاحب انتقام مشہور تھے۔ اور ہمیشہ اپنی تلوار کو نیام سے باہر نکالنے کو تیار رہتے

بدر کی لڑائی میں آپ ہی نے صلاح دی تھی کہ تمام قیدی قتل کئے جائیں - مگر عمر رسیدگی اور تجربہ کاری نے آپ کی فطرت کو نرم کر دیا تھا - آپ کے عدل اور انصاف کی قوت نہایت مضبوط تھی - حکام اور عمال کے تقرر میں آپ کا انتخاب طرفداری سے بالکل بری ہوتا تھا - ہاتھ میں چابک لے کر آپ گلیوں اور کوچوں میں گشت کیا کرتے تھے تا کہ ملزموں کو موقعہ پر سزا دیں - یہ ایک کہاوت بن گئی تھی - کہ عمرؓ کا چابک دوسرے کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے - مگر باوجود ان سب باتوں کے آپ کا دل نہایت نرم تھا - اور آپ کے رحم کی بے شمار مثالیں بیان کی جاتی ہیں - جن میں آپ نے یتیموں اور بیواؤں کی دستگیری تھی" +

سر ولیم میور کے بیان پر ہم اس قدر زیادہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ نے اسلام کی خدمت اور اسلامیوں کی خلافت خود غرضی کی نظر سے قبول نہیں کی تھی - اُن کی پوشاک سوائے اونٹ کی پشم کے اور کچھ نہ تھی - جس کو آپ اپنے ہاتھ سے مرمت کیا کرتے تھے - بیت المقدس کی فتح پر جب آپ خود تشریف لے گئے - تو آپ کا لباس پھٹا ہوا تھا اور اُس میں پیوند لگے ہوئے تھے - آپ کے خیال میں گھوڑے کی سواری سے دل میں تکبر اور غرور پیدا ہوتا تھا - اس لئے ہمیشہ اونٹ کی سواری پسند فرماتے تھے - سفر میں آپ اور آپ کا غلام باری باری سوار ہوتے تھے - تواریخ سے ثابت ہے کہ

آپ خلافت کے عہدۂ جلیلہ کو اپنے بیٹوں یا اپنے ہی خاندان میں رکھنے کے خیال یا غرض سے بالکل مبرّا تھے۔ بلکہ ایک قسم کی جمہوری گورنمنٹ کے حامی تھے۔

ستائیسواں سبق

بقیّہ تذکرۂ صحابۂ کبار

سوم حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بحیثیّت ایک مؤرخ ہونے کے سر ولیم میور نے عثمانؓ اور اُن کے زمانۂ خلافت کی نسبت سوائے اُن کی نیک دلی کے کوئی عمدہ رائے نہیں دی۔ مگر جس غرض سے ہم آپ کا نام نامی پیش کرتے ہیں۔ ہماری وہ غرض سر ولیم کی رائے سے مفقود نہیں ہوتی۔ حضرت عثمانؓ مالدار اور غنی تھے۔ انہوں نے اپنی دولت کئی بار خدا کی راہ میں لُٹا دی تھی۔ ایسے غنی مالدار شخص کا جو بعد میں تختِ خلافت پر بھی جلوہ افروز ہو۔ آنحضرت پر ایمان لانا۔ اور ایمان لا کر اپنے مال و جائداد کا بہت سا حصّہ اسلام کی ترقی میں صرف کرنا صاف ثابت کرتا ہے۔ کہ آپ کی غرض اسلام قبول کرنے سے کیا تھی۔

چہارم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بقول سر ولیم "آپ ایک دانا مشیر تھے۔ اور بہت سی مثالیں اور کہاوتیں آپ

کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ مگر حضرت سلیمانؑ کی طرح آپ کی

دانائی بہ نسبت اپنی ذات کے اوروں کے لئے زیادہ مفید تھی۔
سر ولیم کی طرح ایک شخص نے حضرت علیؓ کی زندگی میں اسی قسم کا اعتراض کیا تھا۔ جس کا جواب آپ نے ان لفظوں میں دیا کہ "حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت میں ہم مشیر تھے۔ اور ہمارے عہد خلافت میں تم" یہ جواب گو کسی قدر ظریفانہ تھا۔ مگر بہت کچھ صحیح بھی تھا۔ غرض کہ سر ولیم حضرت علیؓ کو حضرت سلیمانؑ کی طرح دانا اور عقلمند مانتے ہیں۔ اُن کی رائے جو ہو سو ہو۔ مگر کتب سیر سے ہم کو واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ آپ کے عاقلانہ اور مفید مشورہ کے ہمیشہ ثنا خواں تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ "اگر علیؓ نہ ہوتا تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا"۔ آپ کی دانائی اور بہادری بے مثال مانی جاتی تھی۔

لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِیْ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

آپ کی سخاوت اور فیاضی مشہور تھی۔ اور آپ کے تمام اقوال اور افعال محض خدا کے واسطے ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر ایک مغلوب دشمن نے جسے آپ گرا کر قتل کیا چاہتے تھے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ اُس کا تھوکنا تھا کہ آپ نے قتل کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ یہ حال دیکھ کر اس نے پوچھا کہ "آپ تو میرے قتل کے درپے تھے۔ اب یہ درگذر کیسی"۔ آپ نے کہا کہ "میں تمہیں دشمن خدا سمجھ کر قتل کرنا چاہتا تھا۔ مگر جب تم نے میرے منہ پر تھوک دیا۔ تو میں نے مناسب نہ سمجھا۔ کہ

اپنی ذاتی گستاخی پر تم کو قتل کروں"۔ آپ کے دم واپسین پر ایک دوشت نے سوال کیا کہ "کیا آپ کے بعد آپ کا بیٹا حسن رضی اللہ عنہ جانشین کیا جائے" تو آپ نے فرمایا کہ "اس بات کا فیصلہ کرنا ہمارا کام نہیں"۔ کیا ایسے دانا بے غرض اور مقدس بزرگ دھوکا کھا سکتے یا دھوکہ دے سکتے ہیں۔ کیا ایسے ایسے بزرگوں کا آنحضرت پر ایمان لانا آپ کی صداقت کا بین اور اعلےٰ ثبوت نہیں ؟

جب گلیل کے ماہی گیروں اور بھٹیاروں کی شہادتوں اور اعتقادوں اور تحریروں کے اعتبار پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت۔ نبوت بلکہ الوہیت پر ایمان لایا جاتا ہے۔ تو کس قدر بے انصافی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی شہادتوں۔ اعتقادوں اور تحریروں کے اعتبار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت۔ نبوت اور کامل انسانیت پر یقین نہ کیا جائے۔ علی الخصوص ایسی حالت میں کہ حضرت مسیح کے حواریوں نے تھوڑے سے لالچ اور خفیف سے خطرہ پر اُن سے کنارہ کشی کی۔ مگر حضرت علیؓ نے اُس شب کو جبکہ کفار نے آنحضرتؐ کے قتل کا منصوبہ ٹھان لیا تھا۔ آنحضرتؐ کے مکان میں آپ کے بستر پر آپ کی جگہ سونا اور آپ کے عوض اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا خوشی سے قبول کیا۔ حضرت ابوبکرؓ بھی ایسے وقت میں آپ کے شریک سفر اور یار غار ہوئے۔ جبکہ کفار کے تعاقب کا پورا یقین اور اپنے

قتل کئے جانے کا پُورا اندیشہ تھا +

اٹھائیسواں سبق

قرآن مجید

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ وَمَا یَکْفُرُ بِھَا اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ

تمام نبیوں پر خُدا کی طرف سے صحیفے نازل ہوتے رہے ہیں۔ ہمارے پیغمبر پر بھی ایک کتاب نازل ہُوئی جس کا نام قرآن ہے۔ قرآن مجید خُدا کا کلام ہے۔ جو ہماری ہدایت کے واسطے اُس سچے اَور اعلیٰ نبی کے دِل پر وحی کے ذریعہ سے نازل ہُوا۔ اَور ایک کتاب کی صُورت میں ہم کو ملا +

یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔ اُس کی فصاحت اَور بلاغت بے مثال ہے۔ اَور نہ صرف یہی کمال اُس کی راستی اَور سچّائی کا ثبوت ہے۔ بلکہ اُس کے احکام میں اعلیٰ درجے کی خُوبی یہ ہے۔ کہ ہر زمان اَور ہر مکان اَور ہر طرح کی سمجھ والے اِنسان کی ہدایت کے لئے کامل طور پر کافی ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اُسی خلّاقِ اکبر کا کلام ہے جس نے اِنسان کو پَیدا کیا ہے۔ اَور جو اِنسان کی فطرت۔ طبیعت۔ عادت۔ برداشت اُس کے ظاہری اَور باطنی قویٰ اَور رُوحانی وجسمانی جذبات سے پُورے اَور کامل طور پر واقف ہے +

قرآن ہمیں تثلیث کے برتر از فہم مسئلہ پر اعتقاد لانے پر مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ ایک خدائے پاک کی پرستش کا حکم دیتا ہے۔ جس کا نہ باپ ہے نہ ماں۔ نہ بیٹا ہے نہ جورو۔ کفارہ کا مسئلہ بھی قرآن میں نہیں۔ کہ گناہ کوئی کرے صلیب پر کوئی چڑھے۔ اور بخشا کوئی جائے۔ بلکہ ہر ایک شخص کو اپنے اپنے اعمال کا جواب دِہ بناتا ہے +

نہ قرآن اِنسان کو پیدائش ہی سے گنہگار بناتا ہے نہ معصوم بچّے کو اِس واسطے دوزخ میں ڈالتا ہے۔ کہ پادری کے ہاتھ سے تھوڑا سا پانی اُس کے سر پر چھڑکا نہیں گیا۔ نہ عشاء ربّانی کی روٹی کے ٹکڑے اور شراب کے گھونٹ کو نجات دہندہ کی بوٹیاں اور لہو قرار دیتا ہے +

قرآن یہ نا قابلِ برداشت حکم بھی نہیں دیتا۔ کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ لگائے۔ تو دُوسرا بھی آگے کر دو بلکہ یہ کہتا ہے کہ اگر تم بدلہ لو تو اُسی قدر جتنی کہ تم کو تکلیف پہنچی ہے۔ اور اگر مُعاف کر دو۔ تو یہ پسندیدہ کام ہے۔ قرآن یہ بھی نہیں سکھاتا کہ پرندے اپنے لئے ذخیرہ نہیں کرتے۔ تم بھی کل کے لئے آج کی فکر مت کرو +

قرآن اِنسان کو ایک نکاح پر مجبور نہیں کرتا کہ خواہ تمام عُمر رنج و مُصیبت میں کٹے۔ مگر ایک ہی نالائق اور مکروہ یا بانجھ عورت سے زندگی بسر کی جائے۔ نہ کثرتِ ازدواج کی اجازت دیتا ہے بلکہ اشدّ ضرورت کے وقت زائد نکاح کو جائز بناتا ہے نہ یہ

اجازت دیتا ہے کہ اگر مرد کے اولاد نہ ہو سکے تو عورت اپنے خاوند کے لئے دوسرے مرد سے تخم حاصل کرے - نہ مطلقہ عورت کے نکاح ثانی کو خواہ وہ کسی درجہ تک تائب ہو زنا قرار دیتا ہے ÷

قرآن معجزہ سے پانی کو شراب بنا کر انسان کے دل میں اپنی عظمت قائم نہیں کرتا - بلکہ شراب کو حرام بتا کر اصلاح بنی نوع انسان کا دعوے کرتا ہے - قرآن خدا کو باپ کے لفظ سے تعبیر نہیں کرتا - کہ اُس کے بندوں میں اُس کی نسبت غلط فہمی ہو - اور نہ تمام چیزوں کا کھانا جائز اور حلال بتاتا ہے خواہ وہ انسان کی صحت کے لئے کیسی ہی مضر ہوں قرآن انسان کی آزادی کو نہیں روکتا نہ کسی کو غلام بناتا ہے اور نہ عورتوں کو اپنے جائز مال سے محروم رکھتا ہے ÷

اٹھیسواں سبق

بقیہ بحث قرآن مجید پر

قرآن مجید میں عام طور پر اعلان دیا گیا ہے کہ اگر تمہیں اُس کے کلام الٰہی ہونے میں شک ہے - تو اُس کی مانند کوئی سورت بنا لاؤ - عرب میں بڑے بڑے فصیح و بلیغ شاعر و ادیب موجود تھے - اور بہتیروں نے کوشش بھی کی - مگر کوئی

کامیاب نہ ہُوا - بلکہ تیرہ سو برس گذرنے پر بھی قرآن کی سورتوں میں سے کسی ایک کی نظیر آج تک نہ بن سکی - صرف یہ بے نظیر فصاحت اور بلاغت ہی قرآن کا مُعجزہ نہیں - بلکہ جیسا ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اور جس کی تائید میں مُنصف مزاج یورپین عالموں فاضلوں کے اعتراف نقل کئے ہیں - اُس کا اہم اور بڑا مُعجزہ یہ ہے کہ اِس کے احکام ہر زبان اور ہر مکان اور ہر طرح کی سمجھ والے اِنسان کے لئے کامل طور پر کافی ہیں +

قرآن مجید کا اعلیٰ اور اہم مقصد خدائے واحد کی توحید سکھانا اور ہماری رُوحانی تہذیب کی تکمیل کرنا ہے نہ جُغرافیہ - تواریخ ریاضی یا ہیئت سکھانا - قرآن میں اکثر اُمور تمدن اور تدبیر منزل کے اصول بھی مذکور ہوئے - مگر وُہ صرف ایسے ہی ہیں جن کو ہماری رُوحانی تہذیب سے خاص تعلق ہے - قرآن مجید میں خُدائے ذوالجلال کی تعریف اور تقدیس کرنے اور اُس سے دُعا مانگنے کا طریق ہم کو اِس طرح بتایا گیا ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

ترجمہ - تمام قسم کی تعریف اور ستائش اُس ایک خُدا کو سزاوار ہے جو سارے جہان کا پالنے والا اور پیدا کرنے والا ہے رحمٰن

ہے اور رحیم ہے اور جزا و سزا کے دن کا مالک ہے۔ اَے خُدا ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے اِمداد طلب کرتے ہیں ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔ جس پر وُہ لوگ چلے ہیں جن پر تیرا فضل و کرم ہُوا ہے اور اُس راستہ سے بچا جس پر وُہ لوگ چلے ہیں جن پر تیرا غضب ہُوا اور جو بھٹکتے پھرتے ہیں ؎

تیسواں سبق

بقیّہ بحث قرآن مجید پر

قرآن مجید کو خُدا کا کلام یقین کرنا ہم مُسلمانوں کا دِین اور ایمان ہے اور ہمارا اُس کی بے اِنتہا خُوبیوں پر فریفتہ اور شیدا ہونا ایک قُدرتی امر ہے۔ بچوں کی اطّلاع کے واسطے اب ہم بعض مُنصف مزاج یورپین فضلاء کی رائیں درج کرتے ہیں۔ تا کہ بچّوں کو یقین ہو جائے۔ کہ نہ صرف ہم مُعتقدین بلکہ مخالفین بھی عظمت قرآنی کے کس قدر قائل ہیں ؎

نہ من براں گُلِ عارض غزل سرایم و بس

کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

مسٹر ٹامس کارلائل کہتے ہیں۔ کہ "میرے نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچّائی کا جوہر موجود ہے۔ یہ کتاب سب سے اوّل اور سب سے آخر جو خُوبیاں ہو سکتی ہیں۔ اپنے

میں رکھتی ہے۔ بلکہ در اصل ہر قسم کی توصیف کی بنا صرف اسی سے ہو سکتی ہے"۔

مسٹر گاڈ فرے ہگنس رکھتے ہیں۔ کہ "قرآن غریب آدمی کا دوست اور غمخوار ہے۔ بڑے آدمیوں کی ناانصافی کی ہر جگہ مذمت کرتا ہے۔ وہ آدمیوں کی باعتبار مدارج توقیر نہیں کرتا یہ امر اس کے مصنف کی لازوال نیک نامی کا باعث ہے۔ اس میں ایک حکم بھی ایسا نہیں پایا جاتا کہ جس میں خوشامد اور روا داری کی طرف ذرہ سا بھی میل ہو اور جیسا کہ ویسٹ منسٹر ریویو میں منصفانہ رائے دی گئی ہے۔ اگر خود مختار اور جابر ایشیائی فرماں رواؤں کو اُن کے ارادوں سے کوئی چیز کبھی روک سکتی ہے تو غالباً قرآن شریف کی ایک آیت کسی ذی جرأت واعظ کی زبانی ہوگی"۔

مسٹر جان ڈیون پورٹ رکھتے ہیں کہ "منجملہ اور بہت سی اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کے جو قرآن کے لئے واجب طور پر باعث فخر و ناز ہو سکتی ہیں۔ دو خوبیاں نہایت بیّن ہیں۔ اوّل تو اُس کا وہ مؤدبانہ اور رُعب سے بھرا ہُوا طرزِ بیان جو ہر ایک مقام پر جہاں خدائے تعالیٰ کا ذکر یا اُس کی ذات کی طرف اشارہ ہے اختیار کیا گیا ہے۔ اور جس میں خداوندِ عالم کو اُن جذبوں اور اخلاقی نقصوں سے منسوب نہیں کیا گیا جو انسان میں پائے جاتے ہیں۔ دوسرے اُس کا اُن تمام خیالات و الفاظ اور قصّوں سے مُبرّا ہونا جو فاحش۔ خلاف اخلاق اور

غیر مُہذب ہوں - نہایت افسوس کی بات ہے کہ توریت وغیرہ
کُتب مُقدّسہ یہُود میں یہ عیُوب بکثرت پائے جاتے ہیں فی الحقیقت
قرآن اِن عیُوب سے اَیسا مُبّرا ہے کہ اُس میں خفیف سے خفیف
ترمیم کی بھی ضرُورت نہیں - اَور اوّل سے آخر تک پڑھ جاؤ
تو اِس میں کوئی لفظ بھی اَیسا نہ پاؤ گے - جو خلاف تہذیب ہو
قرآن میں ذات باری کی تعرِیف نہایت مُشرّح اَور صاف ہے
اَور جو مذہب اُس نے اپنی اِن خوُبیوں کے ساتھ قائم کیا ہے
وُہ وحدانیت الہیٰ کا نہایت پُختہ اَور شدید یقین ہے - اَور
بجائے اِس کے کہ اللہ تعالےٰ کو فلسفیانہ طور پر اَیسا مُسبب الاسباب
مان لیا جائے - جو اِس عالم کو مُقررہ قوانین پر چلا کر خوُد اَیسی
شان وعظمت کے ساتھ الگ ہو کہ اُس تک کوئی شَے نہ
پُہنچ سکے - قرآن کی رُو سے وُہ ہر وقت حاضر و ناظر ہے اَور
اُس کی قُدرت کاملہ ہمیشہ اِس عالم میں عامِل اَور مُتصرف ہے
اَور سب سے اخیر بات یہ ہے کہ مذہب اِسلام اَیسا مذہب
ہے - جس سے ولیوں - شہیدوں اَور تبرّکات اَور تصویروں
کی پرستش اَور نا قابل فہم باتیں اَور حکیمانہ بارِیکیاں اَور
راہبوں کی تجرِید و تہذیب نفس بالکل خارج کر دیئے گئے
ہیں - چنانچہ اِسلام میں اَیسے ثبوُت موجُود ہیں - جن پر خیال
کرنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ اُس کے بانی نے ماہیّت اشیاء
اَور اپنے زمانہ کی قوموں کی حالت اَور نیز اِس امر پر کہ مسائل
مذہبی عقل سے کیونکر مُطابق ہو سکتے ہیں ایک دیرینہ اَور عمیق

غور کے بعد اپنے مذہب کی بُنیاد ڈالی ہے۔ اور اِس وجہ سے یہ کچھ بھی محلّ تعجب نہیں کہ اِسلامی طور کی پرستش اہل کعبہ کی بُت پرستی اور صابئین کی ستارہ پرستی اور زردشتیوں کی آتش پرستی (اور ہم کہتے ہیں کہ عیسوی تثلیث اور رہبانیت) پر غالب آ گئی ؔ+

گوئٹی ایک مشہور فاضل جرمنی کا قول ہے کہ "ان تبدیلیات مضامین میں جو برق کی طرح تیز اور طرّار ہیں۔ اِس کتاب کی بڑی خُوبصُورتی پائی جاتی ہے۔ جس قدر ہم اِس کے قریب پہنچتے ہیں۔یعنی زیادہ غور کرتے ہیں۔ اسیقدر دلکش نظر آتی ہے۔یعنی زیادہ اصلی معلوم ہوتی ہے۔ اور بتدریج فریفتہ کرتی ہے۔پھر مُتعجّب کرتی ہے۔ اور آخرش ایک وقت آمیز تحیّر میں ڈال دیتی ہے" +

اکتیسواں سبق

عذاب و ثواب

مشیّتِ ایزدی نے ہر چیز اور ہر کام کا ایک اندازہ مُقرر کیا ہے۔جس کو ہم تقدیر کہتے ہیں۔ جو کام ہم کرتے ہیں۔ اُس کا نتیجہ وُہی ہوگا۔جو خُدا نے مقرّر کیا ہے۔آگ پر ہاتھ رکھنے سے گرمی اور ہاتھ پر پانی ڈالنے سے سردی محسُوس ہوگی

کسان جَو بوئیگا تو جَو کاٹیگا - اَور گیہوں بوئیگا تو گیہوں لے گا - اچھے کام کرنے کا نتیجہ اچھا اَور بُرے چلن کا اجر بُرا ہوگا +

اگر تُم اپنا سبق اچھی طرح یاد کروگے - کاپی بھی خُوشخط لکھو گے - اَور مدرسہ میں لڑائی جھگڑا نہ کروگے - تو امتحان کے دِن تُم پاس ہو جاؤگے - اُوپر کی جماعت میں ترقی پاؤگے - اُستاد تُم سے خُوش ہونگے اَور تُم کو انعام بھی دینگے - اگر تُم اپنا سبق نہ یاد کروگے - تمام دِن کھیل کُود میں ضائع کروگے - اَور مدرسہ کے لڑکوں سے لڑتے جھگڑتے رہوگے تو اِمتحان کے دِن پیچھے رہ جاؤگے - تمام لڑکوں میں تُم کو شرمندہ ہونا پڑیگا - اُستاد ناراض ہونگے - اَور نہ صرف اِنعام سے محرُوم رکھینگے بلکہ تُم کو سزا بھی دینگے +

اگر ہم خُدا و رسُول کی مرضی پر چلیں - اَور قرآن کی ہدایت کے مُطابق کام کریں - تو اِمتحان کے دِن جب کہ اِنسان کی نیکیوں اَور بدیوں کا موازنہ ہوگا - اَور جبکہ سوائے ہمارے اپنے اعمال اَور خُدا کے رحم و فضل کے کوئی ہمارا یار و مددگار نہ ہوگا - خُدا و رسُول ہم سے خُوش ہونگے - اُس کے اِنعام میں ہم کو بہشت عطا ہوگی - جہاں دُودھ اَور شہد کی نہریں جاری ہونگی - ہر قسم کے لذیذ اَور نفیس میوے اَور ہر قسم کے لطیف اَور خُوش ذائقہ کھانے ملیں گے - ہر طرح کی خُوشی کے سامان مُیسّر ہونگے - وہاں نہایت فراغت اَور فُرصت کے ساتھ رہنا ہوگا - نہ مدرسہ جانے کی فِکر - نہ سبق یاد کرنے کی

تکلیف نہ کاپی لکھنے کی زحمت - نہ اُستاد کے تازیانہ کا ڈر غرضکہ وہاں ایسا اعلیٰ درجہ کا آرام اور عیش ہوگا - کہ نہ آنکھوں نے کبھی دیکھا - نہ کانوں نے کبھی سُنا - اور نہ کبھی اِنسان کے دِل پر اُس کا وہم گزرا +

اگر ہم خُدا و رسُول کی نافرمانی کریں - اور جو کچھ قرآن میں حکم ہُوا ہَے - اُس کے خِلاف کریں - تو خُدا اور رسُول ہم سے ناراض ہونگے - اور اُس کی سزا میں ہمیں دوزخ میں رہنا ہوگا - جہاں کی نہ سردی قابلِ برداشت ہَے نہ گرمی - وہاں ایسی تکالیف اور مُصیبتیں برداشت کرنا پڑینگی - جو نہ آنکھوں نے دیکھی ہَیں نہ کانوں نے سُنی - اور نہ کبھی تُمہارے دِل پر اُن کی سختی کا خیال گزرا ہَے - خُدا ہم کو اور تمام مُسلمانوں کو اپنی راہ پر چلنے اور بہشت حاصِل کرنے کی توفیق عِنایت کرے - آمین +

اِمتحان یعنی قیامت کے دِن پر اور بہشت و دوزخ پر اِیمان لانا فرض ہَے - جو ہمارے مرنے کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے پر اعمال کی جزا اور سزا میں ہم کو ملینگے +

دوسرا رکن

نماز

تیسواں سبق

نماز کی ضرورت

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا ۵

ہمارے نوکر جن کو ہم تھوڑی سی تنخواہ یا روٹی کپڑا دیتے ہیں۔کس قدر ہماری خدمت اور خوشامد کرتے ہیں۔ اور باوجود خدمت لینے کے بھی ہم ان سے شکر گزاری کی توقع رکھتے ہیں۔ ناشکرے نوکر کو ہم کبھی پسند نہیں کرتے۔ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمارے نوکر کبھی کبھی ہمارے سلام کے واسطے حاضر ہوا کریں۔جو نوکر کبھی بھی سلام کے واسطے حاضر نہیں ہوتا وہ اکثر ہمارے انعامات سے محروم رہتا ہے جب ہم خفیف سے انعام کے عوض میں اپنے نوکروں سے اس قدر خدمت اور خوشامد اور شکر گزاری اور حاضری کے خواہاں ہیں تو جس خدا نے ہم کو پیدا کیا۔ اور جس کے

فضل و کرم پر ہماری زندگی کا مدار ہے - اور جس نے ہم کو بے شمار اور بیش بہا نعمتیں عطا کی ہیں - اور ہماری کسی خدمت کا محتاج نہیں ہے - اُسے کس قدر ہماری خوشامد اور شکر گزاری کا مستحق ہونا چاہئے ؞

مگر وُہ رحیم و کریم خدا ہم سے سوائے اِس کے کچھ نہیں چاہتا کہ پانچ اوقات مقررہ پر ہم اُس کی تعریف اور تقدیس کریں اور اُس کی نعمتوں کا شکر بجا لائیں - ہماری تعریف و تقدیس اور ہماری شکر گزاری سے خُدا کی شان میں کچھ بڑائی نہیں آ جاتی نہ ہمارے کفرانِ نعمت سے کچھ کمی ہوتی ہے - بلکہ جو کچھ کرنے کے واسطے ہم کو اُس نے حکم دیا ہے - اُس میں بھی ہماری ہی بہتری مرکوز ہے - جب ہم اُس کو حاضر و ناظر یقین کرکے پانچ وقت اُس کے حضور حاضر ہُوا کرینگے تو بہت سی بُرائیوں سے بچے رہینگے - یہی رُوحانی تہذیب ہے

نماز میں دُنیاوی اور جسمانی مفاد بھی پائے جاتے ہیں - اوقاتِ معیّنہ پر نمازیں ادا کرنے سے وقت کی پابندی کی تعلیم ہوتی ہے اور یہ پابندی وقت کی قدر و قیمت سکھاتی ہے - اگر ایک نمازی جو نماز کا دِل سے شائق ہو - نماز کا وقت کھو دے - تو اُسے کس قدر افسوس ہوتا ہے - جب کہ اُسے خیال آتا ہے کہ وُہ نماز اب کبھی ہاتھ نہ آئیگی - قضا کا وُہ رُتبہ نہیں جو وقت پر نماز کا ہے ؞

پانچ وقت کے وضُو میں جو نماز کا پہلا اور ضروری رُکن

ہے۔ دِن میں پانچ بار مُنہ پر پانی ڈالنے اور ہاتھ پاؤں دھونے سے ایک قسم کی راحت ہوتی ہے۔ تکان دُور ہوتا ہے اور سر اور دماغ کو فرحت اور تازگی مِلتی ہے۔ مُنہ۔ چہرہ۔ کلائیاں اور ہاتھ پاؤں جِن کا نماز سے پہلے دھو لینا فرض ہے جِسم کے وُہ حصّے ہیں۔ جو اکثر ننگے رہتے ہیں۔ کار و بار میں گرد و غُبار سے مسامات کا بند ہو جانا ممکن ہے۔ اِنہیں پانچ وقت دھو لینے سے مسام کُھل جاتے ہیں۔ اور تازہ ہوا کو جِس پر صحّت اور زندگی کا مدار ہے۔ قبُول کرتے ہیں۔ بالوں کا پراگندہ رکھنا خلافِ تہذیب ہے۔ اِس لئے ہاتھوں کو گیلا کرکے سر پر پھیرنے سے بال سُدھر جاتے ہیں کانوں میں اُنگلیاں پھیرنے سے گرد و غُبار جو کانوں میں پڑتا ہے دُور ہو جاتا ہے گردن پر ہاتھ پھیرنے سے گردن مَیل سے سیاہ ہونے نہیں پاتی +

ہر نماز خواں پر فرض ہے کہ اپنا تمام بدن اور کپڑا پاک اور صاف رکھّے۔ جِس پر اِنسان کی صحّت کا بڑا اِنحصار ہے مِسواک اور دانتوں کی صفائی ایک ضروری سُنّت ہے۔ اور یہ ایسا صاف اور صریح مگر ضروری حُکم ہے کہ دانا سے دانا اور نادان سے نادان اِس کی خوبی اور مُفاد کو بخُوبی سمجھ سکتا ہے +

نماز با جماعت پڑھنے سے باہمی میل جول کا سبق مِلتا ہے جو تمدّن کا اعلیٰ جُزو ہے۔ اِمام کی اِقتدا اور قومہ۔ رکوُع۔

سجود اور جلسہ میں اُس کی اور اپنے ہم جماعتوں کی پیروی قومی اِتفاق کی علامت ہے۔ جو ہماری قوم کی دُنیاوی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے ٭

نماز بُرائی اور بے حیائی کی باتوں سے روکتی ہے۔ اوّل تو ایک نماز خواں کو قُدرتی طور پر بُرائیوں اور بے حیائیوں سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اور دوم ظاہری طور پر ہمیں اُن لوگوں کے سامنے ایسے کام کرنے سے شرم آتی ہے۔ جن کے ساتھ شامل ہو کر ہم نے کبھی نماز پڑھی ہو ٭

تینتیسواں سبق

نماز کے اوقاتِ پنجگانہ

نماز کے پانچ باترتیب وقت یہ ہیں۔ اوّل نماز فجر۔ صُبح صادق کے پیچھے اور طلُوع آفتاب سے پہلے۔ دوم نماز ظُہر۔ دِن ڈھلنے سے اُس وقت تک کہ تُمہارا سایہ تُمہارے قد کے برابر پُہنچے۔ سوم نماز عصر جو بعد وقت نماز ظُہر اُس وقت تک پڑھنی چاہیئے۔ کہ آفتاب میں زردی نہ آ جائے چہارم نماز مغرب۔ غرُوب آفتاب سے اُس وقت تک کہ شفق کی سُرخی باقی رہے۔ پنجم نماز عشا شفق کی سُرخی زائل ہونے سے اخیر شب تک ہے ٭

ہر ایک نماز اپنے وقت پر پڑھنی چاہیئے - اگر اتفاقاً کوئی نماز وقت پر نہ پڑھی جائے - تو دُوسری نماز کے ساتھ ادا کر لینی چاہیئے - بعض اَوقات رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ظُہرین اَور مغربین ملا کر پڑھی ہیں - یعنی ظُہر اور عصر کی نماز ایک وقت اَور مغرب اَور عشاء کی نماز ایک وقت - اِس لئے بعض عُلماء ایسا کر لینا بھی جائز جانتے ہیں ؛

بچّوں کے دِل میں سوال پیدا ہوگا - کہ نماز پانچ وقت کیوں فرض ہوئی اَور پھر صِرف وُہ اَوقات جن کا اُوپر ذِکر ہُوا کیوں مقرر کیئے گئے ؟ ہم اُنہیں سمجھاتے ہیں کہ "قانونِ فطرت - ضرُوریاتِ تمدّن اَور قواعدِ شریعت کی رو سے ہر ایک اِنسان پر کچھ نہ کچھ کام کرنا فرض ہے" تا کہ اپنا پیٹ پالے - اَور اپنے بال بچّوں اَور قریبی رِشتہ داروں کی خدمت اَور پرورش کرے - ہمارے ہادی کریمؐ نے فرمایا ہے :-

من طلب الدنیا حلالاً استعفافاً عن المسئلہ وسعیاً علی اھلہ وتعطفاً علی جارہٖ لقی اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ ووجھہ مثل القمر لیلۃ البدر - یعنی جو شخص دُنیا میں جائز طور پر محنت کرے - اَور حلال کمائے "تا کہ بھیک مانگنے سے بچے اَور اپنے رِشتہ داروں کے لئے کوشش اَور اپنے ہمسایوں پر مہربانی کرے تو وُہ خُدا کا دیدار حاصل کریگا - اَور اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکیگا ؛

دیکھو تُمہارے ابّا جان صُبح سے شام تک دفتر میں کام

کرتے ہیں۔ تا کہ اپنی روزی کے علاوہ تمہارے لئے اور تمہارے گھر کے تمام آدمیوں کے لئے روٹی کپڑے وغیرہ کا انتظام کریں۔ تمہاری اماں جان صبح کو اٹھتی ہیں۔ اور اٹھتے ہی نماز کے بعد تمہارا ہاتھ منہ دھلاتی۔ تمہیں کپڑے پہناتی اور تمہارے مدرسہ جانے سے پہلے تمہارے کھانے کا کچھ انتظام کرتی اور اسی طرح تمام دن گھر کے دھندوں بکھیڑوں میں لگی رہتی ہیں +

جب قدرت اور قانونِ فطرت نے ہر ایک انسان پر کچھ نہ کچھ کام کرنا واجب کیا ہے۔ اور خدا کی یاد اور تحمید اور تقدیس بھی فرض ہے۔ تو ان دونو فرائض کی تقسیم اوقات اس طرح پر ہونی چاہئے۔ کہ ایک دوسرے کا ہارج نہ ہو۔ بلکہ ایک کے بجا لانے سے دوسرے کے انجام دینے میں سہولت ہو +

چوبیسواں سبق

پانچ وقتوں کی فلاسفی

اس بات پر تو سب قوموں اور تمام عقلمندوں کا اتفاق ہے۔ کہ سویرے جاگنا بہت سی برکتوں کا باعث ہے۔ صبح کی ٹھنڈی اور لطیف ہوا کے جھونکے صحت کے لئے نہایت

مُفید ہیں۔ ہماری صُبح کی نماز ہمیں علی الصّباح اُٹھنے کی ہدایت کرتی ہے۔ اَور اِس خیال سے کہ یہ نماز دُنیاوی کار و بار میں ہارج ہونے کے عِوض مُفید ثابت ہو۔ یہ فرض کر دیا گیا ہے کہ طلوعِ آفتاب سے پہلے پڑھ لی جائے وضُو کے فوائد ہم پچھلے سبق میں بیان کر چُکے ہیں۔ وضُو کرکے نماز پڑھنے سے نیند کی سُستی دُور ہو جاتی ہے۔ اَور اِنسان دُنیاوی کار و بار کے لئے تیار اَور چاق و چُست ہو جاتا ہے۔ اَور چھ یا سات گھنٹے برابر لگاتار کام کر سکتا ہے۔ مگر چھ سات گھنٹے کے متواتر کام کرنے کے بعد اِنسان کو کُچھ وقفہ آرام کے لئے ضروری ہے۔ یہ وقفہ اِتنا اَور اِس قدر نہ ہونا چاہیئے کہ اِنسان باقی تمام دِن کاہل اَور سُست پڑا رہے۔ کھانا کھانے اَور کسی قدر سُستانے کے بعد وضُو کرنے اَور ظُہر کی نماز پڑھنے سے محنتی آدمی پھر کام کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اَور اب تُمہیں معلوم ہو جائیگا کہ ظُہر کی نماز کا وقت کیسی حِکمت اَور مصلحت پر مبنی ہے +

ظُہر کی نماز کے بعد اِنسان پھر کام میں لگ سکتا ہے مگر اس وقت وُہ اِس قابل نہیں ہوتا کہ پھر متواتر چھ سات گھنٹے کام کر سکے۔ اِس لئے ظُہر کے دو یا تین گھنٹے کے پیچھے پھر وضُو کرنا اَور نماز عصر پڑھنا نہایت مُفید پڑتا ہے اَور جِسمانی صحت اَور رُوحانی برکت کو تازہ کرتا ہے +

عصر کے بعد سُورج کے غُروب کے وقت اِنسان دُنیا کے کار و بار بند کرتا ہے اور محنت سے فراغت پاتا ہے۔ اُس وقت کا وضُو کرنا اُس کی تکان کو دُور کرتا ہے۔ غُبار آلود اور محنت کشیدہ اعضا کو صاف اور سُتھرا کرکے دِل و دماغ کو فرحت بخشتا ہے اور اِس شُکر گُزاری میں کہ خُدا کے فضل سے آج کے دِن کا کام ختم کیا اور حلال اور طیّب روزی کمائی نماز پڑھتا ہے۔

شب کا کھانا کھانے کے بعد جب اِنسان کے آرام کا وقت آتا ہے تو وضُو کرنے اور نماز پڑھ کر سونے سے اِنسان کا دماغ متوحّش نہیں رہتا۔ پریشان خواب نہیں آتے۔ بُرے ارادے دماغ میں گنجائش نہیں پاتے۔ مُنہ صاف رہتا ہے اور ایسے فراغت کے وقت میں رُوحانی قویٰ کو غلبہ اور اِستحکام ہوتا ہے گویا اِنسان فرشتوں کے عالم میں حاضر ہو جاتا ہے۔

پس غور کرو کہ مذہب اِسلام نے تمہارے دُنیاوی کاروبار اور رُوحانی برکات کے حصُول میں کیسی سہولتیں اور حکمتیں مدِ نظر رکھی ہیں۔ جو کسی اَور مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔

پینتیسواں سبق

ارکانِ نماز

مسلمانوں پر نماز فرض ہے جو وقت پر ادا کرنی چاہیئے۔

قرآن مجید میں اکثر احکام بطور اصول بیان ہوئے ہیں - اُن کی تفصیل یا تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قول یا فعل سے ہوتی ہے - مثلاً قرآن مجید میں یہ حکم ہے کہ جب تم نماز کے واسطے کھڑے ہو اپنا مُنہ اور کُہنیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ اور سر کو مسح کرو - مگر اِس کی تشریح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو سے ہوتی ہے - جس کا ذکر ہم موقع پر کرینگے - اِسی طرح قرآن میں نماز کا حکم ہے مگر نماز کس طرح اور کیونکر پڑھنی چاہیے - آنحضرتؐ کے طریقِ عمل سے معلوم ہوگی +

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو حدیث اور اُن کے فعل کو سُنّت کہتے ہیں - رسُولِ کریمؐ کی حیات اور خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں حدیثیں قلم بند نہیں ہُوئیں - روایات کا مدار زبانی یادداشتوں پر تھا - بعض خود غرض لوگوں اور مُنافقوں نے اپنے اپنے مطلب کے موافق بناوٹی باتیں بناکر اُن کا نام حدیث رکھا - اور اِن وضعی حدیثوں کو رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کبار کی طرف منسُوب کر کے اپنا مطلب نکالنا اور مسلمانوں کو گمراہی میں ڈالنا چاہا اِس قسم کے فتور دیکھ کر علمائے اِسلام نے بڑے غور اور اِحتیاط سے صحیح حدیثوں کو وضعی سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی اور کِتابیں لکھیں - خُدا اُن کو جزائے خیر دے - علم حدیث میں جو کِتابیں سب سے زیادہ قابلِ قدر مانی گئی ہیں وُہ چھ ہیں

بخاری مسلم - ابو داؤد - ترمذی - نسائی - ابن ماجہ یا موطا +

نماز کے متعدد ارکان ہیں ۔جن میں بعض فرض ہیں ۔جن کا ادا کرنا بروئے قرآن و حدیث ضروری ہے اور جن کے ادا کرنے کے بغیر نماز نہیں ہوتی ۔بعض واجب ہیں جن کی فرضیت تو فقہا کے نزدیک پورے طور پر ثابت نہیں ۔مگر اُن کا ادا کرنا ضروری ہے ۔کیونکہ اُن کے بغیر نماز ناقص رہتی ہے ۔بعض امور سنت ہیں یعنی ایسے ارکان جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضاً نہیں بلکہ عادتاً جاری رکھے ۔اور کبھی چھوڑ بھی دیئے ۔ایسے ارکان کو نماز کا جزو سمجھنا چاہیئے ۔مگر اُن کی ترک سے نماز نہیں ٹوٹتی ۔بعض مستحب ہیں ۔جن کا کرنا موجب ثواب ہے ۔مگر ترک باعث عذاب نہیں ہے ۔نقشۂ ذیل سے نماز کے فرائض واجبات اور سنتوں کی تعداد اور تفصیل معلوم ہوگی +

نقشہ ضروریات نماز

فرائض	(۱) طہارت بدن (۲) طہارت لباس (۳) طہارت جائے نماز (۴) ستر ڈھانکنا (۵) وقت کی پابندی (۶) قبلہ کی طرف منہ کرنا (۷) نیت کرنا (۸) تکبیر تحریمہ (۹) قیام (۱۰) قرأت یعنی قرآن پڑھنا (۱۱) رکوع (۱۲) سجود (۱۳) قعدہ (۱۴) اشارۂ خاتمہ نماز
واجبات	(۱) الحمد پڑھنا (۲) سورت ملانا[له] (۳) التحیات

له فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملائیے باقی رکعتوں میں فقط الحمد

(۴) دو رکعت بعد بیٹھنا (۵) ترتیب[51] (۶) تعدیل[52] (۷) قومہ (۸) سلام (۹) امام کا مغرب عشاء اور فجر کی دو رکعت بآواز بلند پڑھنا (۱۰) وتر میں دعائے قنوت (۱۱) تکبیراتِ عیدین (۱۲) سجدۂ سہو	واجبات ۱۲
(۱) اذان (۲) تکبیرِ اقامت (۳) دعاء سبحانک (۴) اعوذ باللہ (۵) بسم اللہ (۶) آمین (۷) اٹھتے بیٹھتے تکبیر (۸) سجدہ اور رکوع میں تسبیح تین تین بار (۹) درود (۱۰) دعا (۱۱) ہاتھ زیر ناف باندھنا (۱۲) قعدہ میں دو زانو بیٹھنا (۱۳) لحاظِ ترتیب	سنتیں ۱۳
(۱) بے فائدہ کام کرنا (۲) صف سے الگ کھڑے ہونا۔ (۳) ننگے سر نماز پڑھنا (۴) مرد کا جوڑا باندھنا (۵) لٹکا ہوا کپڑا اٹھانا (۶) انگڑائی لینا (۷) انگلی چٹخانا (۸) چادر وغیرہ لٹکانا (۹) سنت کو ترک کرنا (۱۰) مرد کو سرخ زرد یا ریشمی کپڑا چاندی یا سونا پہننا (۱۱) امور خلافِ شرع کرنا	مکروہات ۱۱

پڑھے۔ لیکن اگر سنتیں یا وتر پڑھ رہا ہو تو تمام رکعتوں میں سورت ملانا واجب ہے۔

[51] نماز میں جس رکن کا ادا کرنا مقدم ہے۔ اس کو پہلے ادا کرنا ترتیب کہلاتا ہے۔ اور اس کے سہواً ترک ہو جانے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے۔

[52] تعدیل کے معنی یہ ہیں کہ رکوع اور سجدہ کو اطمینان سے ادا کرے۔ اور کم از کم ایک تسبیح کہنے کی مقدار تک ضرور رکوع یا سجدہ میں ٹھہرا رہے۔

(۱) امام کے آگے کھڑا ہونا (۲) کچھ کھانا پینا (۳) دیکھ کر پڑھنا (۴) کلام کرنا (۵) فعل کثیر (۶) دونو ہاتھوں سے کام کرنا ۔	مفسدات

چھتیسواں سبق

اذان

صُبح کی پَو پھٹی ہے ۔ مسجد سے ایک پیاری پیاری آواز آ رہی ہے ۔ ہاں مُؤذِن اذان دے رہا ہے اور پُکار پُکار کر کہہ رہا ہے :-

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۔ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح ۔ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم ۔ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۔

اِس کا مطلب یہ ہے کہ خُدا بڑا بزُرگ ہے ۔ مَیں گواہی دیتا ہُوں اور اِقرار کرتا ہُوں کہ سوائے اُس ایک خُدا کے کوئی اَور پرستش اور عبادت کے قابِل نہیں ۔ مَیں گواہی دیتا ہُوں اور اِقرار کرتا ہُوں کہ محمدؐ اُس ایک خُدا کا سچّا رسُول اور پیغمبر ہے ۔ بھلائی کے کام کے واسطے آؤ ۔ اپنی نجات کے

لئے آؤ۔ سونے سے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ خُدا بڑا بزرگ ہے۔ اُس ایک خُدا کے سوائے اَور کوئی پرستش اَور عبادت کے قابل نہیں +

اذان سے مؤذّن کی یہ مُراد ہے کہ نماز کا وقت ہے۔ سب کو نماز پڑھنے کے واسطے حاضر ہونا چاہئے۔ یہودی مذہب میں قرنا۔ عیسائیوں میں گھنٹہ اَور ہندؤوں میں سنکھ بجا کر عبادت کے واسطے بُلایا جاتا ہے۔ مگر اِس میں سوائے بُلانے کے اَور کوئی فائدہ مُتصوّر نہیں۔ ہم مُسلمانوں کا طریق کیا عُمدہ ہے کہ نماز کے واسطے بُلانے میں بھی خُدا کی توحید و تحمید اَور اُس کے رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تصدیق کرتے اَور سُناتے ہیں +

یہ اذان ہر نماز کے وقت کہی جاتی ہے۔ مگر اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کا کلمہ صِرف نماز فجر کے لئے مُختص ہے۔ اَور باقی نمازوں کی اذان میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اُس سے سوتوں کا جگانا مقصُود ہوتا ہے +

خُدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اِس لئے نماز بھی ہر پاک و صاف جگہ پر ہو سکتی ہے۔ تنہا پڑھو یا با جماعت۔ کُوچ میں پڑھو یا مقام میں۔ مسجد میں ہو یا جنگل میں۔ مگر تنہا پڑھنے سے مِل کر پڑھنا بہتر ہے۔ کیونکہ خُدا نے اِنسان کو مدنی الطبع پَیدا کیا ہے۔ اَور ایک کے تعلّقات دُوسرے کے ساتھ وابستہ کر دِئے ہیں۔ قرآن شریف میں یہی ہدایت ہے۔ کہ ہم مُسلمان ایک دُوسرے کو بھائی بھائی سمجھیں اَور ہر ایک

کے ساتھ برادرانہ برتاؤ کریں۔ یہ بات اُسی وقت حاصل ہوتی ہے جب ہم ایک دُوسرے سے میل ملاپ رکھیں۔ اور آپس میں مِلتے جُلتے رہیں۔ محلّے کے آدمی اگر دِن میں پانچ وقت نہیں۔ تو کم از کم دو تین بار محلّے کی مسجد میں نماز کے واسطے جمع ہو سکتے ہیں۔ جُمعہ کی نماز میں تمام شہر کے مُسلمان بھائی کم از کم ہفتہ میں ایک بار آپس میں مِل سکتے ہیں۔ عیدین کی نماز کے واسطے قُرب و جوار کے دیہات کے آدمیوں کو بھی شہر کی عیدگاہ میں آنے اور اپنے شہری بھائیوں کے ساتھ مِل کر نماز پڑھنے کا مَوقع مِل سکتا ہے۔ تاکہ سال بھر میں کم از کم دو بار اِن مُبارک تقریبوں ہی پر ایک دُوسرے کی مُلاقات سے فائدہ اُٹھائیں۔ اِن کے عِلاوہ ایک اَور نماز ہے۔ جہاں دُنیا کے مُختلف حصّوں کے مُسلمان بھائیوں کو کم از کم عُمر بھر میں بھی ایک بار مِلنے کا اَور باہمی مُلاقات سے فائدہ اُٹھانے کا مَوقع دیا گیا ہے وُہ حج کی نماز ہے جِس کا ذِکر ہم آگے چل کر کریں گے ؞

سینتیسواں سبق

وُضو کا بیان

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَکُمْ وَ اَیْدِیَکُمْ

إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۚ

آفتابہ موجود ہے ۔ وضو کی نیت کرو ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ پڑھو ۔ پھر اپنے ہاتھ تین بار دھوؤ ۔ مسواک کرنا ایک ضروری سنّت ہے ۔ اس کے بعد تین بار کلّی کرو ۔ اور تین بار پانی کے چُلّو سے ناک صاف کرو ۔ تین بار سارے مُنہ پر پانی ڈالو اور مُنہ کو صاف کرو ۔ تین بار کہنیوں تک ہاتھ دھوؤ ۔ سر کا مسح کرو ۔ یعنی ہاتھ کو قدرے گیلا کرکے سر پر پھیرو اور پراگندہ بالوں کو سُلجھاؤ ۔ کانوں کو اُنگلیوں کے ساتھ صاف کرو اور گردن پر بھی ہاتھ ملو ۔ اب ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ ۔ کھونٹیوں پر تولیہ لٹکا ہے ۔ اُس سے ہاتھ مُنہ پونچھو ۔ اور گردن پر بھی تولیہ مل کر گرد و غبار سے صاف کرو ۔ دیکھو وضو کرنے سے تمام کاہلی جاتی رہی ہے ۔ تمہارا نیند سے مُرجھایا ہُوا چہرہ کیسا ہشاش بشاش ہو گیا ہے ۔ اور رُوح ۔ دل اور دماغ کو کیسی فرحت حاصل ہوئی ہے ۔ وضو کرکے یہ دُعا پڑھو :-

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

ترجمہ ۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ خُدا کے سوا کوئی اور پرستش کے قابل نہیں ۔ وہ ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں ۔ اور مَیں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس ایک خُدا کا بندہ اور سچّا رسُول ہے اے خُدا میری توبہ قبول کر اور مجھے بُرائیوں سے

پاک کر +

مُنہ یا ہاتھ پاؤں کے کِسی حصّہ میں بیماری ہو۔ اور پانی سے بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔ تو اُس حصّہ کا مسح کر لینا کافی ہے۔ یعنی ہاتھ کو قدرے گیلا کرکے اُس حصّہ پر پھیر دو۔ اگر ایک وُضو کرکے تُم نے موزے پہن لئے ہیں۔ اور دُوسرے وُضو پر تُم موزے اُتارنا نہیں چاہتے تو تُم کو موزے پر مسح کر لینے کا اِختیار ہے۔ مگر موزہ پھٹا ہُوا نہ ہو کہ پاؤں گرد آلود ہوتے رہیں۔ مُقیم کو دِن رات کے بعد اور مُسافروں کو تین دن کے بعد موزہ اُتار کر ضرور پاؤں دھو لینے چاہئیں۔ تا کہ پاؤں کے مُسامات بالکل بند ہو کر اور ہوا سے محروم رہ کر بیمار نہ ہو جائیں۔ موزے چمڑے کے بنے ہُوئے ہوتے ہیں۔ بعض عُلماء نے سُوتی جرابوں پر بھی مسح جائز قرار دیا ہے +

اگر تُم کبھی ایسی جگہ ہو جہاں وُضو کے واسطے پانی نہیں مل سکتا۔ یا تُم پانی کے پاس نہیں پہنچ سکتے۔ یا تُمہیں یہ اندیشہ ہو کہ پانی کے چھُونے سے تُمہاری صحّت کو نُقصان پہنچیگا تو تیمم کر لو۔ کِسی خشک اور پاک مٹی یا دیوار پر ہاتھ مار کر مُنہ پر اور کُہنیوں تک ہاتھوں پر مل لو۔ تیمم سے وُضو کی منا فعت تو حاصل نہیں ہوتا مگر اِس خیال سے کہ بہ نظرِ حصُولِ حضُورِ قلب تُم نے ایک مقرّرہ فِعل کے ذریعہ سے نماز کیواسطے پُوری تیاری کر لی ہے دِل کو کِسی قدر اطمینان ہو جاتا ہے +

اگرچہ ہر ایک نماز کے وقت تازہ وضو کرنا انسب اور اولیٰ ہے مگر ایک وضو سے ایک سے زائد نمازیں پڑھ لینا بھی جائز ہے وضو کی تجدید اُس وقت فرض ہو جاتی ہے جبکہ بدن سے ہوا یا فضلاتِ ردیہ خارج ہوں یا خون نکل آئے۔ پسینہ تھوک اور سانس آنکھ اور ناک کا پانی اور کان کا میل وضو کے ناقض نہیں ہوتے۔ اگر بدن پر کوئی ایسا زخم یا پھوڑا ہو جو ہر وقت جاری رہے تو ہمیشہ تازہ وضو کر لینا چاہیئے +

اگر روز مرہ نہ ہو سکے۔ تو ہفتہ میں ایک دو بار غسل کرنا اور لباس بدلنا سُنت ہے۔ بعض اوقات بالغ بچوں پر غسل فرض ہو جاتا ہے۔ جس کی تفصیل اور تشریح کی یہاں ضرورت نہیں۔ جب تم بڑے ہوگے۔ تب بتائی جائے گی +

وضو کے فرائض واجبات اور سنتیں وغیرہ نقشۂ ذیل میں درج ہیں +

نقشۂ ضروریاتِ وضو

فرائض	(۱) تمام منہ دھونا (۲) دونو ہاتھ کہنیوں تک دھونا (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا (۴) دونو پاؤں کو ٹخنوں تک دھونا +
سنتیں	(۱) نیت (۲) بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنا۔ (۳) کُلّی کرنا (۴) مسواک کرنا (۵) ناک میں پانی ڈالنا (۶) کان کا مسح کرنا (۷) ڈاڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا (۸) ترتیب (۹) ہر عضو کو تین بار دھونا (۱۰) اعضا

	کو پے بہ پے دھونا +
مستحبات	(۱) گردن کا مسح کرنا (۲) وضو میں کلمہ شہادت اور دُرود پڑھنا (۳) دائیں طرف سے شروع کرنا +
مکروہات	(۱) دُنیا کی باتیں کرنا (۲) داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۳) نجس جگہ وضو کرنا (۴) خلافِ سُنّت وضو کرنا (۵) پانی زیادہ خرچ کرنا +
مفسدات	(۱) بول و براز و حدث وغیرہ خون یا پیپ اگر بہنے لگے (۲) سونا (۳) نماز میں قہقہہ +

اٹھتیسواں سبق

اصطلاحاتِ نماز

بچوں کی اطلاع اور فائدہ کے لئے ہم نماز کی بعض اصطلاحات بیان کرتے ہیں +

صلوٰۃ یا نماز - اوقات مقررہ پر خدا اور خدا کے رسول کے فرمان کے مطابق خدا کی عبادت اور ستائش کرنا[1] +

نمازِ فرض - وہ نماز ہے جس کے ادا کرنے پر ہر مسلمان مجبور ہے - اس کا تارک گنہگار اور منکر کافر ہے +

نماز واجب - وہ نماز ہے جس کا مجبوراً پڑھا جانا فقہا کے

---

[1] جس نماز میں قرآن مجید بآوازِ بلند پڑھا جائے اسے صلوٰۃ جہری اور جس میں یہ آہستہ پڑھا جائے اسے صلوٰۃ سرّی کہتے ہیں +

نزدیک پُورے طور پر ثابت نہ ہو مگر پڑھنی ضرور چاہیئے +

نمازِ سُنّت ۔ وُہ نماز ہَے جو رسُولِ کریم صلعم عادتاً ادا کرتے رہے اَور اُمّت پر بھی اُس کا پڑھا جانا باعثِ برکات ہے ۔ اگر نمازِ سُنّت ادا نہ کی جائے اَور صِرف فرائض پڑھ لئے جائیں تو فرض نماز ادا ہو جاتا ہَے +

نمازِ وِتر ۔ جو عشا کی نماز کے بعد ادا کی جاتی ہَے اَور جِس میں دُعائے قنوت پڑھی جاتی ہے +

نمازِ نفل ۔ وُہ نماز ہَے جو رسُول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے زائد عبادت کے لحاظ سے پڑھی اَور کبھی کبھی چھوڑ بھی دی +

نمازِ با جماعت ۔ ایک سے زیادہ اشخاص کا اکٹھے ہو کر نماز ادا کرنا +

اِمام ۔ نماز با جماعت کی حالت میں جو شخص جماعت کا پیشوا اَور سب سے آگے کھڑا ہو +

مُقتدی ۔ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے +

صَف ۔ اِمام صاحب کے پیچھے چند نمازیوں کی ایک قطار +

قیام ۔ نماز کے واسطے خُدا کے حضُور مودّب کھڑے ہونا +

تکبیر ۔ خُدا کو سب سے بلند برتر اَور بڑا جاننا اَور زبان سے لفظ اللہ اکبر کہنا +

تکبیرِ اقامت ۔ نماز با جماعت کی تیاری پر تکبیر اَور تشہد کہنا

نیّت ۔ نماز کے لیئے پُختہ اِرادہ کرنا اَور حضور قلب کی خاطر نماز کے وقت اَور آداب کا خیال رکھنا +

تکبیرِ اُولیٰ۔ نیت کے بعد نماز تکبیر سے شروع ہوتی ہے پہلی تکبیر کو تکبیرِ تحریمہ یا تکبیرِ اُولیٰ کہتے ہیں +

رفع یدین۔ تکبیر اُولیٰ کے وقت دونو ہاتھوں کو دونو کانوں کی لوؤں تک پہنچانا اس طرح پر کہ دونو ہتھیلیاں قبلہ رُخ ہوں اور دونو کانوں کی لوؤں کو مس کریں +

ثنا۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ الخ پڑھنا +

تعوّذ۔ اَعُوْذُ باللہ پڑھنا +

تسمیہ۔ بِسْمِ اللہ پڑھنا +

سُورۂ فاتحہ۔ اَلْحَمْد شریف +

آمین۔ سورۂ فاتحہ کے خاتمہ پر لفظ آمین +

ضمّ سُورہ۔ اَلحمد شریف کے ساتھ قرآن کی کوئی سُورہ یا چند آیات یا ایک لمبی آیت جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو ملانا

قرأت۔ الحمد شریف اور قرآن مجید کی کوئی سُورہ یا چند آیات یا ایک لمبی آیت جو تین آیتوں کے برابر ہو پڑھنا +

رکُوع۔ اثنائے نماز میں خُدا کے حضُور جھکنا اس طرح پر کہ کمر خم کرکے دونو ہاتھ گھٹنوں پر رکھے جائیں +

تسمیع۔ رکُوع سے فراغت پا کر پھر کھڑے ہونے کی اثناء میں سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ پڑھنا +

قومہ۔ رکُوع سے فارغ ہو کر تسمیع کے بعد کھڑے ہو کر خفیف سا وقفہ لینا جس میں آہستگی کے ساتھ ایک تکبیر کہی جا سکے +

تحمید۔ قومہ کی حالت میں رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد پڑھنا +

سجدہ ۔ خُدا کے حضُور اپنے سر کو زمین پر رکھنا ۔ اِس طرح کہ پیشانی ۔ دونو ہاتھ ۔ دونو زانو اور دونو پاؤں زمین پر لگے رہیں اور باقی جسم اُن کے سہارے ہو +

جلسہ ۔ دو سجدوں کے درمیان خفیف سا وقفہ اِس قدر کہ ایک تکبیر آہستگی کے ساتھ کہی جا سکے +

تسبیح ۔ رکُوع اور سجُود کی حالت میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم ۔ اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی یا نمازِ تراویح کے بعد چند مُختصر کلمات سے خُدا کی تحمید اور تقدیس کرنا +

رکعت ۔ ایک حصّۂ نماز کا جو تکبیر اُولیٰ سے شرُوع ہو کر دُوسرے سجدے پر ختم ہو +

قعدہ ۔ دو رکعت نماز پڑھ لینے کے بعد خُدا کے حضُور دو زانو ہو کر مؤدّبانہ بیٹھنا +

تحیت ۔ قعدہ کی حالت میں اَلتَّحِیَّاتُ پڑھنا +

تشہد ۔ تحیت کے بعد کلمۂ شہادت پڑھنا +

درُود ۔ تشہد کے بعد رسُولِ کریم کے لئے خُدا کی رحمت کی اِلتجا کرنا

دُعا ۔ نماز کے خاتمہ سے پہلے خُدا کے حضُور اپنے لئے ۔ اپنے خاندان کے لئے اور قوم و مُلک کے لئے بہتری کی اِلتجا کرنا

سلام ۔ نماز کے خاتمہ کی علامت +

سجدۂ سہو ۔ اگر نماز کے اثناء میں کوئی رُکن واجب سہواً ترک ہو جائے تو اُس کے عوض زائد سجدہ ادا کرنا +

دُعائے قنُوت ۔ ایک خاص دُعا جو نمازِ وِتر کی تیسری رکعت

میں پڑھی جاتی ہے +

اُنتالیسواں سبق

طریق نمازِ فرض پنجگانہ

اگر تُم تنہا نماز پڑھو تو اِس طرح پڑھو +

وُضو کرکے قبلہ رُخ کھڑے ہو ۔ نیت باندھ کر دونو ہاتھوں کو دونو کانوں کی لوؤں تک پہنچاؤ ۔ اِس طرح کہ دونو ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں ۔ اور دونو انگوٹھے دونو کانوں کی لوؤں کو مس کریں ۔ ساتھ ہی تکبیر اُولیٰ یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہو ۔ پھر دونو ہاتھوں کو ناف کے نیچے یا چھاتی پر ایک دُوسرے کے اُوپر مُؤدبانہ باندھ کر بطریق ذیل نماز شروع کرو اور اپنی نظر اُس جگہ پر قائم رکھو ۔ جہاں تمہیں سجدہ کرنا ہے ۔ اِدھر اُدھر دائیں بائیں اُوپر نیچے نہ دیکھو +

ثنا ۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَ لَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ۔ ترجمہ ۔ اے اللہ تو پاک ہے ۔ مَیں تیری حمد کے ساتھ شروع کرتا ہوں ۔ اور تیرا نام مُبارک ہے ۔ اور تیری شان بلند ہے ۔ اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں +

اعُوذ ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

ترجمہ ۔ مَیں مردود شیطان سے خُدا کے حضور پناہ مانگتا ہوں +

بسم اللہ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط
ترجمہ - مَیں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہُوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے +
سورۂ فاتحہ - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۙ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۙ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۙ اٰمِيْن ط
ترجمہ - ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کو سزا وار ہے - جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے بخشش کرنے والا مہربان - روزِ جزا کا مالک - اَے خُدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں - اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں - ہمیں سیدھی راہ پر چلا - اُن لوگوں کی راہ جن پر تُو نے نعمتیں نازل کی ہیں - اور جن پر تیرا غضب نازل نہیں ہُوا اور نہ گمراہ ہیں - آمین (ایسا ہی ہو) +
سورتِ قرآن مجید - قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۙ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۙ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ع
ترجمہ - کہو (اَے محمدؐ) وہ ایک خُدا ہے - پاک ہے - نہ اُس کا کوئی بیٹا ہے نہ باپ - اور نہ اُس کا کوئی ثانی ہے +
جب سورۂ قرآن مجید ختم کر چکو تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر رکوع کرو اور سات بار یا کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ط (پاک ہے میرا رب جو بزرگ ہے) پڑھو - پھر کھڑے ہو جاؤ اور کھڑے ہوتے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ (جو شخص خُدا کی تعریف

کرتا ہے وُہ اُس کی سُنتا ہے) رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ (اے ہمارے ربّ
تُو ہی سب تعریف کا مُستحق ہے) پڑھو۔ پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کرو
اور سجدہ میں سات بار یا کم از کم تین بار تسبیح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی
(پاک ہے میرا ربّ جو بلند ہے) پڑھو۔ سجدے سے اُٹھتے ہُوئے
تکبیر کہو اور خفیف سے وقفہ کے لئے بیٹھ کر اور تکبیر کہہ کر پھر
سجدہ کرو اور پہلے کی طرح تسبیح پڑھو۔ اور سجدہ ختم کرکے تکبیر
کہو۔ یہ ایک رکعت پُوری ہُوئی جس کے خاتمے پر تمہیں پھر کھڑا
ہونا اور دُوسری رکعت شروع کرنا چاہئے۔ دُوسری رکعت میں
ثناء اور اعُوذ پڑھنا ضروری نہیں۔ سورہٗ فاتحہ سے شروع کرو اور
باقی تمام مراتب پہلی رکعت کی طرح ادا کرو۔ اگر تمہیں قرآن مجید کی کوئی
دُوسری سُورت بر زبان آتی ہے تو قُل ھو اللّٰہ کی جگہ پڑھو۔ ورنہ یہی سُورت
دوبارہ پڑھ لینا کافی ہے۔ دُوسری رکعت ختم کرکے دو زانو بیٹھ جاؤ اور پڑھو
تحیت۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوٰۃُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا
النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ط
ترجمہ۔ سب عبادت بدنی اور مالی کا مُستحق اللّٰہ ہی ہے۔ اے
نبیؐ تم پر سلامتی اور خُدا کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ اور ہم
پر اور خُدا کے نیکوکار بندوں پر سلامتی ہو۔
تشہد۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط
ترجمہ میں گواہی دیتا ہُوں کہ سوائے خُدا کے کوئی اور معبود
عبادت کے قابل نہیں اور میں گواہی دیتا ہُوں کہ محمدؐ اُس
کا بندہ اور رسُول ہے۔

اگر نماز صرف دو رکعت ہے تو تشہد کے بعد یہ درود پڑھو +

درود - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَ سَلَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؕ

ترجمہ - اے خدا ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمدؐ پر اور اُن کی آل پر اور اصحاب پر رحمت بھیج جس طرح تُو نے ابراہیم اور اولادِ ابراہیم پر رحمت اور سلامتی بھیجی - البتہ تُو ہی قابلِ تعریف اور ذی شان ہے +

دُعا - اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ؕ

ترجمہ - اَے خُدا مَیں نے اپنی جان پر بہت بہت ظُلم کیا ہے تیرے سوا کوئی گُناہ بخشنے والا نہیں - پس اپنی بارگاہ میں سے مجھے بخشش عطا کر اور میرے حال پر رحم کر کیونکہ تُو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے +

نماز کے بعد پہلے دائیں طرف اور پھر بائیں طرف اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ کہ کر سلام پھیرو اور نماز ختم کرو +

لیکن اگر نماز دو رکعت سے زیادہ ہے - تو دُوسری رکعت کے تشہد کے بعد تکبیر کہہ کر کھڑے ہو جاؤ اور تیسری اور چوتھی رکعت اُسی طرح ادا کرو جس طرح کہ دُوسری رکعت ادا کی تھی - اور پچھلی رکعت ختم کرکے درود اور دُعا کے بعد

سلام پھیرو - تیسری یا چوتھی رکعت میں سوائے سُورۃ فاتحہ کے قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں - اگر نماز کا کوئی رُکن فرض تم سے سہواً ترک ہو جائے - تو نماز دوبارہ شروع کرو - لیکن اگر کوئی رُکن واجب سہواً رہ جائے - تو آخری رکعت کے تشہد کے بعد زائد سجدۂ سہو ادا کرکے باقی نماز ختم کرو - سہو کی حالت میں سجدۂ سہو بھی واجب ہو جاتا ہے +

سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اُٹھا کر خدا سے دُعا مانگو اور اپنے نیک ارادوں اور نیک خواہشوں کو خدا کے حضور پیش کرکے اُس قاضی الحاجات سے اُن کے پُورا ہونے میں امداد کے لئے عرض کرو +

اگر تُم نماز با جماعت پڑھو تو تکبیر اُولیٰ سے پہلے اوّل صف کی دائیں طرف سے ایک شخص تکبیر اقامت پڑھے اور وُہ یہ ہے :-

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ - اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ - اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ - اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ - حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ - حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ - حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ - حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ - قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ - قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ - اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ +

تکبیر اقامت کے بعد نماز کے ہر ایک فعل یعنی تکبیر اُولیٰ قیام - قعود - رکوع و سجود میں امام صاحب کی پُوری پیروی

پیروی کرو - جب وہ تکبیر کہیں تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ سلام پھیریں تم بھی پھیرو - صرف فرق اس قدر ہے کہ جب وہ باوازِ بلند قرآن پڑھیں تو تم سنو اور جب تسمیع کہیں تو تم تحمید کہو - اگر سجدۂ سہو ادا کریں تو تم بھی کرو +

بعض فرض نمازوں کے ساتھ نماز سنّت اور نوافل یا بعض اوقات صرف سنّتیں پڑھی جاتی ہیں - اس لئے پنج وقتہ نمازوں کی ترتیب حسب ذیل درج کی جاتی ہے :-

نمازِ صبح - دو رکعت سنّت اور دو فرض کُل چار رکعت

نمازِ ظہر - چار رکعت سنّت - چار فرض پھر دو سنّت - اور دو نفل - کُل بارہ رکعت +

نمازِ عصر - صرف چار رکعت فرض +

نمازِ مغرب - تین رکعت فرض دو سنّت دو نفل کُل سات رکعت

نمازِ عشاء - چار رکعت سنّت - چار فرض - دو سنّت دو نفل تین وتر اور پھر دو نفل - کُل سترہ رکعت +

تیسری رکعت وتر میں قرآن مجید کی سورت کے بعد تکبیر کے ساتھ رفع یدین کر کے دعائے قنوت پڑھو اور اس کے بعد رکوع اور سجود کر کے نماز ختم کرو - دعائے قنوت یہ ہے

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَ نَسْتَغْفِرُكَ وَ نُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِىْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَ نَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّىْ وَنَسْجُدُ وَ اِلَيْكَ نَسْعٰى وَ نَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَ نَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ؕ

ترجمہ - اَے خُدا ہم تُجھ سے مدد مانگتے ہیں - تُجھ سے بخشش طلب کرتے ہیں - تُجھ پر ایمان لاتے ہیں - تُجھ پر بھروسہ کرتے ہیں - تیری خُوبیاں بیان کرتے ہیں - تیرا شُکر ادا کرتے ہیں تیری نافرمانی نہیں کرتے - اَور جو تیری نافرمانی کرے اُس کو چھوڑتے اَور ترک کرتے ہیں - اَے خُدا ہم تیری عبادت کرتے اَور تیری نماز پڑھتے ہیں - تُجھے ہی سجدہ کرتے ہیں - تیری ہی طرف دَوڑتے اَور جلدی کرتے ہیں - تیری رحمت کی اُمید رکھتے ہیں - تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں کیونکہ تیرا عذاب کافروں کو ضرور ملے گا +

چالیسواں سبق

مُختلف نمازیں اَور متفرق مسائل

پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ جن کا پچھلے سبق میں ذکر ہو چُکا ہے - جُمعہ کی نماز بھی فرض ہے - یہ نماز شہر کی جامع مسجد میں با جماعت پڑھنی چاہئے - پہلے چار رکعت سُنّت پڑھ کر اَور خطبہ سُن کر جماعت کے ساتھ دو رکعت فرض اَور چار رکعت سُنّت پڑھو - بچوّں - عورتوں - غلاموں اَور مُسافروں پر نماز جُمعہ فرض نہیں - نہ تنہا یا اَیسے مقام میں جہاں نماز جُمعہ باجماعت نہ ہو سکے فرض ہے +

عِیدُ الفِطر اَور عِیدُ الضّحیٰ کی نمازیں واجب ہیں ۔جو دو دو رکعت جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہئیں۔اوّل رکعت میں تکبیر اولیٰ کے بعد تین زائد تکبیریں ہاتھ اُٹھا کر اَور دُوسری رکعت میں بعد ختم قرأت تین زائد تکبیریں کہنی چاہئیں ؛

ماہِ رمضان میں نماز تراویح بھی پڑھی جاتی ہے اَور جب نماز تراویح با جماعت پڑھی جائے تو وتر بھی باجماعت پڑھتے ہیں

جو مُسلمان زیادہ عابد و زاہد ہیں ۔ وُہ نمازِ پنجگانہ جُمعہ اَور عِیدین کے عِلاوہ اَور نوافِل بھی پڑھتے ہیں ۔جن میں نوافِل تہجد زیادہ مشہور و معرُوف ہیں ۔ بارش باراں اَور دفعیہ بلائے وبا وغیرہ کے لئے نوافِل اَور ہر مُسلمان کے جنازہ پر نمازِ جنازہ بھی پڑھی جاتی ہے ۔ اَور اَور بھی چند قسم کی نمازیں ہیں ۔لیکن ہم نے یہاں صرف وُہ نمازیں بیان کی ہیں ۔جن کا جاننا بچّوں کو ضروری ہے ؛

مُسافر کے لئے یہ تخفیف کی گئی ہے ۔کہ وُہ چار فرائض کے بجائے صرف دو پڑھ لیا کرے ۔ خاص ایّام میں جوان لڑکیوں کو نماز مُعاف ہے ۔ نہ پڑھنی چاہئے ؛

بچّے سوال کر سکتے ہیں ۔کہ نماز کا اصل مطلب تو خُدا کی عبادت یا اُس کا یاد کرنا ہے ۔ خواہ کھڑے ہو کر کریں ۔ یا بیٹھ کر ۔ سجدہ میں کریں یا رکوع میں ۔پھر ایک امر میں مختلف حرکات کے کیا معنی ہیں ۔ بےشک نماز کا اصلی مُدّعا خُدا کی یاد ہے اَور باقی آداب اَور فرائض فروعی ہیں ۔چنانچہ اگر پانی نہ

ملے تو وضو کا فرض ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر کعبہ کی سمت معلوم نہ ہو تو یہ فرض بھی اپنے دِل کی شہادت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اگر کھڑے نہیں ہو سکتے۔ تو بیٹھ کر۔ اور اگر بیٹھ نہیں سکتے۔ تو کسی پہلو لیٹ کر نماز ہو جاتی ہے۔ کھڑا ہونا۔ ہاتھ باندھنا دو زانو بیٹھنا سجدہ اور رکوع کرنا تعظیم و تکریم کے مختلف درجات اور مختلف پیرائے ہیں۔ اور ہم مسلمان خدا کو ہر قسم کی تعظیم و تکریم کا مستحق خیال کرتے اور اپنے عجز و معذرت کو ہر پیرایہ میں ظاہر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ کعبہ کی طرف منہ کرنے کی وجوہ ہم اگلے سبقوں میں بیان کرینگے +

بعض بچے خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم تو ہندوستانی ہیں اور عربی ہمارے لئے غیر زبان ہے۔ جس کی ہمیں سمجھ نہیں۔ اور جس زبان کی سمجھ نہ ہو اُس کے بولنے یا پڑھنے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ مگر ہر نماز پڑھنے والے کو چاہیئے کہ نماز کا ترجمہ اپنی زبان میں پڑھ لے یا سیکھ لے یا کم از کم ایک دو بار سُن لے۔ نماز ہر حالت میں عربی زبان میں پڑھنی چاہیئے۔ تا کہ غلطیوں کا احتمال نہ ہو۔ اور اپنے ہادی اور شفیع کے منہ سے بولے ہوئے الفاظ کی برکت سے بھی فائدہ اُٹھایا جائے۔ جب ہم دُنیاوی علوم و فنون کی تحصیل اور دیگر دُنیاوی اغراض کی نظر سے انگریزی اور اَور غیر زبانیں پڑھنے کی تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ تو روحانی مقاصد کی تکمیل

یا کم از کم نماز کی ضرورت کے مطالب سمجھنے کے واسطے کس قدر کوشش کرنی چاہئے۔جب انگریزی میں بی۔اے اور ایم اے اور ایل ایل ڈی کی ڈگریاں حاصل کرنے کے لئے صدہا دقتیں اور مصارف برداشت کئے جاتے ہیں۔تو مذہبی زبان کا نہ سیکھنا یا کم از کم صرف عربی نماز کا مطلب نہ جاننا شرم کی بات ہے +

اکتالیسواں سبق

نواقضاتِ نماز

نماز بغیر وضو کے باطل ہے۔اور اثنائے نماز میں بات کرنے سے یا کوئی دُنیاوی کام کرنے یا کھانے پینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔لیکن اگر کسی موقع پر جہاں تم نماز پڑھ رہے ہو سانپ دکھائی دے اور اُس کے کاٹنے کا اندیشہ ہو تو سانپ کو ہٹا کر یا خود اُس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ نماز ختم کرو۔ یا اگر تم نماز پڑھ رہے ہو اور مکان میں دفعتاً آگ لگ جائے تو آگ پر پانی ڈال کر اور بجھا کر تم پھر نماز میں مشغول ہو سکتے ہو۔ایسی حالتوں میں نماز نہیں ٹوٹتی +

ایک بار آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ ایک قبیلے کی دو لڑکیاں سختی سے لڑنے لگیں اور آپس

میں گتھم گتھا ہو گئیں ۔ رسولِ خدا نے اثناءِ نماز میں اُن کو علیحدہ علیحدہ کر دیا ۔ اور بقیہ نماز ختم کی ۔ بعض موقعہ پر رسولِ خدا نماز پڑھتے ہوتے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ دروازہ کھٹکھٹاتیں تو حضرت نماز ہی میں کُنڈی کھول دیتے اور نماز جاری رکھتے تھے اگر اثناءِ نماز میں تمہیں یاد آ جائے یا معلوم ہو جائے کہ تُمہارے کپڑے میں کوئی ناپاک چیز لگی ہے یا نماز پڑھنے میں کسی طرح کوئی غلاظت لباس پر آ پڑی ہے ۔ تو وہ کپڑا اُتار کر نماز جاری رکھنا جائز ہے ۔ ایک بار حضرتؐ نماز پڑھ رہے تھے اور صحابہؓ اُن کے پیچھے بطور مُقتدی کھڑے ہُوئے تھے ۔ حضرت نے اثناءِ نماز میں اپنی جُوتیاں اُتار ڈالیں ۔ صحابہ نے بھی آپ کا اتّباع کیا ۔ نماز کے بعد آپؐ نے پُوچھا کہ تُم نے جوتیاں کیوں اُتار دی تھیں ۔ اُنہوں نے کہا کہ حضور کے اتباع میں ۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے تو اپنی جُوتی کے ساتھ غلاظت لگی ہُوئی معلوم ہُوئی تھی ۔ اِس واسطے مَیں نے جُوتیاں اُتار دی تھیں ۔ تمہارا جُوتی اُتار دینا ضروری نہ تھا ۔ اگر نماز میں ہم کو یاد آ جائے کہ ہم نے وضو نہیں کیا ۔ تو وضو کر کے ازسرِ نو نماز پڑھنی چاہیئے ۔ اگر نماز میں وضو ٹوٹ جائے ۔ تو وضو کر کے صرف باقی ماندہ نماز پڑھ لو پہلا حصّہ نماز کا باطل نہ ہوگا ؛

کسی ایسے رُکن کے سہواً ترک کرنے سے جو فرض ہو ۔ نماز باطل ہو جاتی ہے ۔ دوبارہ پڑھنی چاہئے ۔ مگر فرائض نماز کے سہواً تقدیم و تاخیر یا کسی رُکن واجب کے سہواً ترک سے سجدہ

سہو واجب ہو جاتا ہے +

نماز میں بے فائدہ کام کرنا صف سے آگے کھڑے ہونا ننگے سر نماز پڑھنا ۔ مرد کو جوڑہ باندھنا ۔ انگڑائی لینا ۔ اُنگلیاں چٹخانا ۔ کسی سُنّت کو ترک کرنا ۔ اور مردوں کا زیورات یا ریشمی لباس پہننا یا کوئی کام خلاف تہذیب کرنا مکروہ ہے +

بیالیسواں سبق

مُسلمانوں میں باہمی مُخالفت نہ چاہیئے

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ

ہم نے پینتیسویں سبق میں تم کو بتایا تھا ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیثیں نہ تو حضرت کے زمانہ میں اور نہ خلافتِ راشدہ کے عہد میں جمع ہو کر کتاب کی صورت میں لکھی گئی تھیں ۔ اِمتدادِ زمانہ سے بعض روایات اور سندات میں اِختلاف واقع ہُوا ۔ اور باوجودیکہ عُلمائے کبار اور مُجتہدینِ عظام نے بڑی جدّ و جہد کی ۔ اور غلط اور موضوع حدیثوں کو صحیح حدیثوں سے جُدا کرنا چاہا ۔ مگر خود اِن بڑے بڑے بزرگوں میں اِختلاف پڑنے لگا ایک بزرگ نے ایک روایت کو مُعتبر اور مُستند خیال کر کے قابلِ تعمیل سمجھا ۔ مگر دوسرے بزرگ نے اُسے ضعیف اور غیر مُستند یقین کیا ۔ بہت سے مذہبی مسائل ایسے ہیں کہ ایک اِمام صاحب اُن

کو ناجائز سمجھتے ہیں - مگر دُوسرے صاحب جائز قرار دیتے ہیں جب بوجوہ متذکرہ بالا ایک مجتہد کا اجتہاد دُوسرے مجتہد کی رائے سے مختلف ہوا - تو ہر ایک امام یا مجتہد کے مقلدوں اَور پیروؤں نے اپنے امام یا مجتہد کی رائے کو اعلیٰ اَور افضل اَور دُوسرے کو غلط اَور ضعیف جانا - کوئی حنفی ہوا کوئی مالکی کوئی شافعی کہلایا کوئی حنبلی - کوئی مُقلّد بنا کوئی غیر مُقلّد اَور کوئی شیعہ بنا کوئی سُنّی +

اماموں اَور مجتہدوں اَور دیگر بزرگوں نے اپنی اپنی رائیں بیان کی تھیں - اُن کا اختلاف کسی ذاتی یا مذہبی مخالفت پر مبنی نہ تھا - اُن کا ہرگز یہ مطلب نہ تھا کہ دُوسروں کی تحقیقات اَور رائے کو بُرا کہا جائے - مگر اُن کے پیروؤں اَور شاگردوں کے شاگردوں کا تعصّب اِس درجہ تک بڑھ گیا کہ رفتہ رفتہ مسلمانوں میں بہت سے فرقے ہو گئے - اِسلام میں مخالفت اَور فساد کا بیج بویا گیا - اَور اِس مخالفت کا اثر یہاں تک پھیلا کہ ایک دُوسرے کو کافر اَور جانی دُشمن سمجھنے لگا - نتیجہ یہ ہُوا کہ دُنیا میں دِین ضعیف اَور دِیندار کمزور ہو گئے - اَے عزیزو - تمام مسلمان اُسی ایک واحد ذُوالجلال خُدا کو مانتے ہیں - اُسی ایک پاک نبیؐ کا کلمہ پڑھتے ہیں - وُہی ایک قرآن مجید اُن کی ہدایت کی کتاب ہے - سب آپس میں بھائی بھائی ہیں قرآن شریف میں ہر ایک مسلمان کو بھائی سمجھنے کی سخت تاکید ہے - پس چھوٹے چھوٹے مسائل کے اختلاف پر آپس میں اِس قدر

فساد اور خونریزی کرنا اور ایک دوسرے کو کافر کہنا بالکل خدا اور رسول کی منشاء کے مخالف اور اسلام کی شان سے بعید ہے ۔

اے بچو تم اس فساد سے بچو اور اپنے پیارے مذہب اسلام کو ضعیف اور کمزور مت کرو۔ اگر کوئی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتا ہے تو پڑھے اگر دوسرا ہاتھ چھوڑ کر پڑھتا ہے تو چھوڑے۔ اگر کوئی رفع یدین کرتا ہے تو کرے۔ اگر کوئی آمین زور سے کہتا ہے تو کہے۔ اگر تشہد میں کوئی سبابہ اٹھاتا ہے تو اٹھائے۔ اور نہیں اٹھاتا تو نہ اٹھائے۔ ان باتوں کے کرنے والا یا نہ کرنے والا ایسا گنہگار نہیں ہوتا جیسا کہ وہ شخص گنہگار ہوتا ہے جو خدا اور رسول کے صریح حکم کے خلاف امت محمدیہ میں فساد پھیلاتا اور اسلام کو بدنام اور کمزور کرتا ہے۔ جب تک تمام مسلمان ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے رہے اور باہمی اتفاق کے فوائد اور باہمی فساد کے نقصانوں سے واقف رہے ان کا اقبال اوج ترقی پر رہا۔ مگر جب سے کہ انہوں نے باہمی جھگڑے بکھیڑے شروع کر دیئے اسلام کمزور اور مسلمان پست ہوتے گئے سہ

اگر بھولتے ہم نہ قول پیمبر کہ ہیں سب مسلمان باہم برادر\
برادر ہے جب تک برادر کا یاور معین اس کا ہے خود خداوند داور\
تو آتی نہ بیڑے پہ اپنے تباہی فقیری میں بھی کرتے ہم بادشاہی

ہم نے اس کتاب میں تم کو نماز اور دیگر دینی مسائل اہل سنت و جماعت کے حنفی طریق پر بتائے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے طریق پر نماز پڑھے تو اسے پڑھنے دو اور کافر مت کہو اہل قبلہ کو کافر کہنے والا خود گنہگار ہے ۔

تیسرا رُکن

روزہ

تینتالیسواں سبق

روزہ رکھنا فرض ہے

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ط

ہر ایک عاقل بالغ تندرست مسلمان پر روزہ رکھنا فرض ہے ۔ روزہ کے یہ معنی ہیں ۔ کہ صُبح صادق یعنی پو پھٹنے سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور دُنیاوی حظوظ سے بالکل پرہیز رہے ۔ صُبح سے پہلے سحری کھا لینا جائز بلکہ مسنون ہے ۔

بچّوں کو یہ بات عجیب معلوم ہوگی ۔ کہ روزہ رُکنِ عبادت کیوں قرار دیا گیا ہے ۔ ہمارے بُھوکے پیاسے رہنے سے سوائے تکلیف کے ہم کو کیا حاصل ہے ۔ اور اس سے خُدا کی شان کیا بڑھ جاتی ہے ۔ مگر یہ اُن کی بے سمجھی ہے ۔ روزہ

رکھنے میں بے شمار رُوحانی اور جسمانی فوائد ہیں - مگر اس وقت ہم صرف دو چار موٹی موٹی باتیں لکھینگے - جو بچّوں کی سمجھ میں جلدی آ جائیں *

گلستاں میں ایک حکایت ہے کہ دو مُسافر کسی شہر میں وارد ہُوئے - ان میں سے ایک دُبلا پتلا اور تھوڑا کھانے والا اور دُوسرا موٹا تازہ اور بہت کھانے والا تھا - اُن دونو پر کوئی تُہمت لگی - اور دونو جیل خانہ میں بھیجے گئے صُبح کو معلُوم ہُوا کہ دونو بے قصُور ہیں - حاکم نے اُن کی رہائی کا حُکم دیا - جب جیل خانہ کا دروازہ کھولا گیا تو جو شخص دُبلا پتلا اور تھوڑا کھانے والا تھا - صحیح و تندرست نکلا اور اُس کا ساتھی مُردہ پایا گیا - تحقیقات پر معلُوم ہُوا - کہ جس شخص کو تھوڑا کھانے اور فاقہ برداشت کرنے کی عادت تھی - وُہ بچ گیا - اور جو بھُوک برداشت نہ کر سکا مر گیا - اگر تُم کو روزہ رکھنے اور بھُوک کی برداشت کرنے اور اپنی حرص و ہوا کو روکنے کی عادت ہوگی - تو ایسے وقت میں کہ مجبُوری کی وجہ سے کھانے پینے کو نہ ملے - تُم کو بہت کم تکلیف معلُوم ہوگی - اور اُس وقت تُم پر ثابت ہو جائیگا کہ روزہ کی تکلیف فی الحقیقت راحت اور سہولیت ہے اور خُدا کا یہ فرمانا کہ

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ

یعنی خُدا تُمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا بالکل صحیح ہے *

اگر ہمیں ہمیشہ کھانے پینے کے سامان ملتے رہیں۔ اور کوئی سبب ایسا نہ پیدا ہو کہ ہم بھوک اور پیاس کی مصیبت کا اندازہ کر سکیں۔ تو ہم کھانے پینے کی سہولت اور آرام کا بھی اندازہ نہیں کر سکتے۔ سعدی نے کہا ہے کہ نعمت کی قدر صرف وہ شخص جانتا ہے جو کبھی کسی مصیبت میں پڑا ہو پس ایسے لوگوں کے واسطے جو ہمیشہ آرام و آسائش اور فراخی میں رہتے ہیں۔ روزہ ایک سبق ہے۔ جو خدا داد نعمتوں کا شکر ادا کرنا سکھاتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ بھوک کی تکلیف کیسی ہوتی ہے۔ اور پیاس کی مصیبت کا کیا ذائقہ ہے۔ جب رازقِ مطلق اور منعمِ حقیقی تم کو نہایت خوش ذائقہ کھانے عطا فرما کر بھوک کی تکلیف تم سے دور کرتا ہے۔ تو اس کا شکر بجا لاؤ۔ اور جب تمہیں برف کا شربت پیاس بجھانے کے لئے ملتا ہے۔ تو حمد و ستائش کے گیت گاؤ اور پرہیزگار بنو۔ اس لئے خدا فرماتا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ پس روزہ نہ رکھنا خدا کی نعمتوں کی قدر سے غافل رہنا۔ اور پرہیزگار نہ بننا ہے۔ جس سے تمام مسلمانوں کو بچنا چاہئے ۔

اگر ہم آرام و آسائش اور فراخی سے تن پروری کریں۔ اور ناداری کی مصیبت کا اندازہ نہ کر سکیں۔ تو ہم کو اپنے غریب اور مفلس بھائیوں کی تکلیف اور عذاب کا اندازہ بھی کبھی نہیں ہو سکتا۔ روزے سے ہم کو یہ تعلیم ملتی ہے۔ کہ جبکہ باوجود کثرتِ مال اور کشائش رزق کے صرف ایک مذہبی حکم کی

مجبوری سے کھانا نہ کھانا اور پانی نہ پینا ہم کو اس طرح ناگوار معلوم ہوتا ہے تو ہمارے اُن بھائیوں کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ جن کے پاس نہ پیسہ ہے نہ کھانے کو روٹی اور نہ رہنے کو گھر اُن بیواؤں کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ جن کا کوئی کمانے والا نہیں۔ وہ یتیم بچے کیا کرتے ہونگے۔ جن کے سر پر ماں باپ نہیں اور وہ مسافر جن کی جیبیں خالی ہیں سفر میں کس طرح دن کاٹتے ہونگے۔ پس ہم کو چاہئے کہ اس روزہ کی عارضی تکلیف پر قیاس کرکے اپنی اپنی استطاعت کے موافق اُن لوگوں کی امداد کریں۔ جو ہماری امداد کے مستحق ہیں۔ خدا نے ہم کو قرآن مجید میں ان لوگوں کی تشریح ترتیب وار بتلائی ہے۔ جن کی مدد کرنا ہم پر واجب ہے۔ خدا نے فرمایا ہے :-

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ

سب سے پہلے ہم پر والدین کی خدمت فرض ہے اور اس کے بعد قریبی رشتہ داروں کی امداد۔ اس کے بعد یتیموں کی دستگیری۔ بعد ازاں مساکین کی خبرگیری۔ اور سب سے اخیر مسافروں کی معاونت۔ خدا کا یہ حکم قانونِ قدرت کے مطابق ہے۔ پس روزہ ہم کو یہ بھی سکھاتا ہے کہ ہم دوسرے ناداروں مفلسوں اور محتاجوں کے ساتھ بھی بقدرِ توفیق خود ہمدردی کریں چنانچہ جو لوگ روزے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اُن پر مسکین کو کھانا کھلانا فرض ہے۔ یہ حکم انسانی ہمدردی سکھاتا ہے +

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعض

صحابہؓ نے فدیہ طعام مسکین کے حکم کے حوالہ سے بجائے روزہ رکھنے کے غریبوں کو کھانا کھلانا شروع کر دیا تھا مگر جب آیت وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ نازل ہوئی جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ تو انہوں نے روزہ رکھنا شروع کر دیا۔ کیونکہ فدیہ دینے سے صرف ایک ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اور روزہ رکھنے سے بے شمار دینی اور دنیاوی روحانی اور جسمانی فوائد اور نیکیاں ملتی ہیں +

طبّی طور پر بھی روزہ رکھنا انسان کی صحت کے لئے نہایت مفید ہے۔ روزہ سے رطوبات ردیّہ اور موادِ غلیظہ بدن سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اور تمام جسم کا تنقیہ ہو جاتا ہے +

چالیسواں سبق

روزہ کے ایّام

ماہ رمضان میں تیس دن یا انتیس دن جتنے دنوں کا مہینہ ہو مہینہ بھر روزہ رکھنا فرض ہے +

بعض بچے خیال کرتے ہیں۔ کہ رمضان کا مہینہ کبھی سرما میں آتا ہے کبھی گرما میں۔ اور کبھی برسات میں۔ اگر بجائے قمری سال کے شمسی سال ہوتا۔ اور روزوں کا مہینہ جاڑوں کے موسم میں مقرر کیا جاتا تو روزہ داروں کو نہایت آرام ہوتا

گرمیوں کی شدت سے جو تکلیف ہوتی ہے۔ اُس میں کچھ تخفیف ہوتی۔ لیکن یہ اُن کی نادانی ہے۔ دُنیاوی یا سرکاری کار و بار کے لئے خواہ کوئی سال مقرر کر لیا جائے۔ مگر انہیں روزوں کی وجہ سے مسلمانوں کا مذہبی سال قمری ہونا نہایت ضروری ہے۔ تاکہ ہم مسلمانوں کو ہر ایک موسم کے روزوں کی برداشت کی عادت ہو۔ ماہ رمضان روزوں کے واسطے اس لئے مختص کیا گیا۔ کہ نزولِ قرآن شریف اِسی ماہ میں شروع ہُوا تھا۔ قمری سال کے بارہ مہینوں کے نام یہ ہیں محرم۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الثانی۔ جمادی الاول جمادی الثانی رجب۔ شعبان۔ رمضان المبارک۔ شوال۔ ذیقعد۔ ذی الحجہ

ماہ رمضان کا چاند دیکھنے سے اگلے ہی دن روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ قمری مہینہ کبھی اُنتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔ اگر شعبان کی اُنتیس تاریخ کو چاند نہ دکھائی دے۔ تو شعبان کے پورے تیس دن کرکے یکم رمضان کو روزہ رکھیں۔

جن ملکوں میں چاند میعاد معلوم پر نہیں نکلتا۔ اور دن اور رات تین تین اور چار چار ماہ کے ہوتے ہیں۔ وہاں پر بفحوائے وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ روزہ معاف ہے۔ مگر محتاط مسلمانوں کو کام کاج یا بیداری کے وقت چودہ گھنٹہ کا روزہ اُس موسم میں رکھ لینا مناسب ہے۔ جو بروئے حساب یہاں کے موسم کے ساتھ ملتا ہو۔ اور اِسی طرح تیس روزے پورے کر لینے چاہئیں۔ شریعت الٰہی یا اَحکام شاہی

عام اور معمولی حالتوں کی بنا پر صادر اور نافذ ہوتے ہیں۔ خاص خاص حالتیں جو شاذ و نادر ہوں۔ ہمیشہ مستثنیات میں داخل ہیں۔ پس اگر کسی ملک میں دن اور رات معمول سے زیادہ ہوں تو مذہب اسلام کے اس حکم پر کوئی اعتراض نہیں آ سکتا۔ ایسے ملکوں میں نماز پر بھی یہی حکم عائد ہو سکتا ہے ٭

بیماروں یا مسافروں پر روزہ اُس وقت فرض ہوگا۔ جب وُہ بیماری سے اچھے ہوں یا سفر ختم ہو جائے۔ اُس وقت تمام روزے جو قضا ہو چکے ہوں۔ رکھنے چاہئیں ٭

خاص خاص حالتوں میں جوان لڑکیوں اور عورتوں کو روزہ چھوڑ دینے اور پھر قضا کر لینے کا حکم ہے۔ ناتواں بڈھے اور ضعیف الخلقت آدمیوں کو جن کو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو روزہ معاف ہے اگر اُن کو توفیق ہو تو ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائیں ٭

جس وقت سُورج غروب ہو جائے۔ روزہ افطار کر لینا اور افطار کے وقت صدق نیت سے یہ کلمات کہنے چاہئیں کہ یا رب العالمین ہم تجھ پر ایمان لاتے ہیں تیرے ہی حکم کی تعمیل میں روزہ رکھتے ہیں اور تیرے عطا کردہ رزق پر کھولتے ہیں ٭

روزہ خواہ کھجور سے افطار کرو خواہ نمک سے خواہ پانی سے یا کسی شیرینی سے۔ نماز مغرب افطار کے بعد پڑھنی چاہیئے۔ اگر توفیق ہو تو غریب بھائیوں اور رشتہ داروں یا مسافروں وغیرہ کا روزہ افطار کرانا ثواب کا باعث ہے ٭

پینتالیسواں سبق

روزے کی تکمیل اور متفرق روزے

روزہ اِسی کو نہیں کہتے کہ صرف مُنہ ہی باندھ لیا اور کھانا نہ کھایا اور پانی نہ پیا۔ بلکہ روزہ کی تکمیل جب ہی ہوتی ہے کہ آنکھ کو بُری نظر سے۔ کان کو بُری باتیں سُننے سے۔ زبان کو بُرے کلمے کہنے سے۔ ہاتھ کو جبر اور ظلم اور بُرے کام کرنے سے۔ پاؤں کو بُری جگہ رکھنے سے اور دِل کو بُرے خیالات سے بچایا جائے۔ جس طرح کہ عمداً کھانا کھانے اور اِرادتاً پانی پی لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اِسی طرح پرائی چیز کو لالچ سے دیکھنے۔ غیبت کے سُننے۔ گالیاں بکنے۔ کسی بے قصور کو مارنے۔ چوری کرنے۔ بُری صُحبت میں بیٹھنے اور لغو اور فاسد خیالات دِل میں لانے سے روزہ برقرار نہیں رہتا۔ جو کوئی اپنی آنکھ کو۔ زبان کو۔ کان کو ہاتھ کو۔ پاؤں کو اور دِل کو اپنے قابو میں نہیں رکھتا۔ اُس کا روزہ کامل نہیں ہوتا۔ علاوہ ازاں اگر تم دِن بھر مُنہ باندھ لو۔ اور شام کو پیٹ بھر کر کھاؤ۔ مگر تمہارے بھائی اقارب اور ہمسائے فاقہ کشی کریں اور تم اُن کی دستگیری اور اِمداد نہ کرو تو بھی روزہ کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اگر تم پُورے تیس دِن جیسا کہ مُنہ کا روزہ رکھتے ہو۔ ویسا ہی آنکھ کا زبان کا کان کا ہاتھ اور پاؤں کا اور دِل کا روزہ رکھو اور خویش نہ بیگانہ اور ہمسایہ سے کما حقہٗ

ہمدردی کرو - تو تمہیں ہمیشہ نیکی کی عادت پڑ جائے گی - اور تم خدا کے قول لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ کی پُوری تعمیل کرکے اُس کے خاص اور پیارے بندوں میں شمار کئے جاؤگے - اور پھر تم کو ثابت ہو جائیگا کہ ہمارے خُدا اور رسُول نے جو ہم کو روزہ کا حُکم دیا ہے وُہ کیسی اخلاقی حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہے +

جو بزرگ زیادہ زاہد اور عابد ہیں - وُہ ماہ رمضان کے علاوہ ہر قمری مہینے کی تیرھویں چودھویں پندرھویں کو روزہ رکھتے ہیں - اور یہ روزے ایامِ بیض کے کہلاتے ہیں +

رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم علاوہ ماہ رمضان کے اور روزے بھی رکھا کرتے تھے - مگر ہم نے بچّوں کی تعلیم کے لئے صرف اُن روزوں کا ذکر کیا ہے - جو فرض ہیں - اور جس کا تارک گنہگار اور منکر کافر ہے - ماہ رمضان کا چاند دیکھنے سے پہلے اور عیدین اور ایامِ تشریق یعنی ذی الحجہ کی گیارھویں بارھویں اور تیرھویں تاریخ کو روزہ رکھنا حرام ہے +

رمضان کے اختتام پر نماز عیدُ الفطر پڑھنا اور صاحب مقدُور لوگوں پر اپنے گھر کے ہر شخص کی طرف سے غلہ گندم دو سیر یا جَو چار سیر صدقہ فطر دینا واجب ہے +

عمداً کچھ کھا پی لینے عمداً قے کرنے فسق و فجور اور جھُوٹ بولنے چوری کرنے اور اسی طرح دُوسرے خلافِ شریعت کام کرنے سے روزہ نہیں رہتا +

چوتھا رُکن

حج

چھیالیسواں سبق

حضرتِ ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ بانیانِ خانۂ کعبہ

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ؁

ہمارے رسولِ کریمؐ کے زمانے سے تقریباً ڈھائی ہزار برس پہلے کلدان کے شہر میں آذر نام ایک بُت تراش رہتا تھا۔ اُس کا یہ پیشہ تھا کہ مُتفرق قامت اور مختلف قیمت کے بُت بنا کر بُت پرستوں کے ہاتھ بیچتا۔ اُس کا بیٹا (اور بقول بعض اُس کا بھتیجا) ابراہیم اپنے باپ کے بنائے ہوئے بُت بازار میں لے جاتا اور بُت پرستوں میں بیچ کر قیمت لا دیا کرتا۔ مگر بمصداقِ اَلنَّبِیُّ نَبِیٌّ وَ لَوْ کَانَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ اُس لڑکے کو بچپن ہی سے دِل میں خیال آنے لگے کہ ایسی چیزوں کی پرستش کیوں کی جاتی ہے۔ جو خود نہ اُٹھ سکتی۔ نہ بول سکتی۔

اَور نہ چل سکتی ہیں۔ جہاں میرا جی چاہتا ہے۔ انہیں لے جاتا ہُوں۔ اَور جہاں چاہتا ہُوں رکھ دیتا ہُوں۔ پس جو چیز کہ ایسی بے بس ہو وہ پرستش کے قابل نہیں ہو سکتی۔ ان سے تو مَیں بہتر ہُوں کہ اِن کو اُٹھائے پھرتا اَور اپنے بس میں رکھتا ہُوں۔ اِس خیال سے اُس نے سوچا کہ اِن بُتوں کے سِوا کوئی دُوسری ذات پرستش کے قابل ہے۔ اوّل اُس نے زمین کے تمام حیوانات نباتات اَور جمادات کو غور اَور فکر سے دیکھا۔ مگر سب کو ایک دُوسرے کا محتاج اَور نا قابلِ پرستش پایا۔ پھر اُس نے چاند کی طرف رُخ کیا کہ یہ بڑا روشن اَور دُنیا سے اُونچا ہے۔ شائد یہ خُدا ہو۔ مگر چاند کی کمی بیشی اَور طلوع و غروب پر اُس کی بڑائی کی نِسبت بھی اُس کا خیال بدل گیا۔ پھر اُس نے سُورج کو دیکھا کہ اُس کی روشنی تو چاند سے بھی زبردست ہے۔ اَور یہ چاند سے کیا بلکہ تمام سیاروں سے بڑا ہے۔ مگر جب سُورج بھی غروب ہُوا۔ تو اُس کی عظمت بھی دِل سے جاتی رہی۔ اَور وہ پُکار اُٹھا لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ مَیں فنا ہونے والی چیزوں کو جن کی حالت میں تغیّر و تبدّل ہوتا رہتا ہے دوست نہیں رکھتا۔ پھر زیادہ غور پر اِس کو الہام ہُوا اَور اُس نے کہا۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مَیں اپنا مُنہ اُس کی طرف کرتا ہُوں جس نے آسمان اَور زمین کو پیدا کیا اَور مَیں اُس کے ساتھ کِسی کو شریک نہیں کرتا۔ اِس غور اَور تفکّر سے حضرت اِبراہیم نے خُدا کو ڈھونڈا اَور پایا

اَور آخرش خُدا نے اُن کے دِل پر اپنی وحی کی - اپنی ذات اَور صفات سے جہاں تک اُن کی فِطرت کی رسائی تھی واقف کیا - اُن کو اپنا نبی مُقرر کیا - اَور یہ فضیلت دی کہ آیندہ تمام نبی اُنہیں کی ذریت اَور پُشت سے ہوں اَور وُہ سب کے جدّ کہلائیں؛

سینتالیسواں سبق

حضرت اِسمٰعیل علیہ السّلام کی وِلادت اَور ہجرت

حضرت اِبراہیمؑ کی بیوی کا نام سارہ تھا - ایک بار اپنی بیوی کے ساتھ اُن کو مِصر جانے کا اِتّفاق ہُوا - بادشاہِ مِصر نے جسے فرعون کہتے تھے - حضرت اِبراہیمؑ کی راستبازی - دِینداری اَور بزُرگی دیکھ کر اپنی لڑکی ہاجرہ نام حضرت کو دے کر کہا - کہ یہ آپ کی غُلام ہوگی - اِس کے بعد حضرت اِبراہیم مُلک شام کو چلے آئے - یہاں ہاجرہ کے بطن سے لڑکا پَیدا ہُوا - جِس کا نام اُنہوں نے اِسمٰعیل رکھا - یہ لڑکا نہایت خُوبصُورت اور وجیہ تھا اَور چُونکہ سوائے اِس کے کوئی اَور لڑکا اب تک حضرت اِبراہیم کے گھر نہ ہُوا تھا - آپ اِسمٰعیل اَور اُس کی والدہ ہاجرہ سے بہُت محبّت رکھنے لگے - سارہ کو جو ابھی تک لا ولد تھی یہ امر ناگوار گُزرا - وُہ ہاجرہ اَور حضرت اِبراہیمؑ سے لڑنے اَور فساد کرنے لگی - اُس نے حضرت اِبراہیمؑ سے کہا کہ اِس لڑکے اَور

اُس کی والدہ کو اَیسے مَیدان میں چھوڑ آنا چاہئے جہاں آب و دانہ نہ ہو۔ آپ نے سارہ کی اِس درخواست کو ردّ کرنا چاہا مگر خُدا نے اُن سے کہا کہ تُم سارہ کی درخواست منظور کر لو۔ اِس لئے حضرت ابراہیمؑ ہاجرہ اَور اُس کے چھوٹے سے بچّے کو کئی مِیل گھر سے دُور ایک مَیدان میں جس کا نام تَورات میں فاران ہے کچھ خوراک اَور ایک مشکیزہ پانی کا دے کر چھوڑ گئے۔ کچھ عرصہ تک وُہ اپنی بیوی اَور بچّے کو دیکھنے کے واسطے نہ آ سکے۔ اُدھر وُہ خوراک اَور پانی کا مشکیزہ ختم ہو گیا۔ بھُوک اَور پیاس کے باعث ماں کی چھاتیوں کا دُودھ خُشک ہو گیا۔ بچّہ بلبلانے لگا۔ ماں سے نہ دیکھا گیا۔ وُہ بچّہ کو زمین پر روتا چھوڑ کر پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر دَوڑنے لگی۔ کبھی اِس پہاڑ پر جاتی اَور دَوڑ کر بچّے کو دیکھ جاتی۔ پھر اُس پہاڑ پر جاتی اَور بچّے کے پاس واپس آتی۔ اَور اُس ننھے سے بچّے کی قابلِ رحم حالت کو دیکھ کر روتی۔ اِنسان خواہ کیسا ہی مُتبرک ہو خُدا کی حِکمتوں سے ناواقف اپنی ضروریات سے تنگ آ کر بہت کچھ بے صبر اَور بیتاب ہو جاتا ہے۔ ہاجرہ کی بھی یہی حالت تھی۔ اُس کو کیا معلُوم تھا۔ کہ بچّے کی قِسمت میں کیا لکھّا ہے۔ اَور اِس ننھی سی جان کو اِس ضُعف اَور بیچارگی کی حالت سے کِس قوّت اَور برکت کو پہنچنا ہے۔ وُہ نہیں جانتی تھی کہ یہ ویران جگہ جہاں بچّہ ہاتھ پاؤں مارتا اَور بلبلاتا ہے۔ کیسی آباد ہو جائیگی اَور اُمّ القُریٰ کہلائیگی

اڑتالیسواں سبق

چاہِ زمزم خانہ کعبہ اور حجرِ اسود کا بیان

حضرت ہاجرہ اِسی فکر اور اضطرار میں پریشان پھر رہی تھیں کہ یکایک بچّے کے پاؤں ہی میں صاف پانی کا ایک چشمہ نظر آیا۔ اُنہوں نے خُدا کا شُکر ادا کیا۔خود بھی پانی پیا اور بچّے کو بھی پِلایا۔اور آرام پا کر اُس چشمے کا نام زمزم رکھا +

عرب کا مُلک اکثر ریگستان ہے۔پانی کی بڑی قلّت ہے۔اگلے زمانے میں تو اور بھی بُری حالت تھی۔یہاں کے باشندے علی العموم خانہ بدوش گلّہ بان تھے۔جہاں اپنے اور گلّے کے واسطے پانی مِلا۔وہیں مقام کیا۔جب پانی ختم ہُوا۔دُوسری جگہ ڈیرہ لے گئے +

حضرت ہاجرہ اُس نئے چشمے کا پانی پی کر اُس کے کنارے خُوش خُوش بیٹھی تھیں۔کہ گلّہ بانوں کا ایک قافلہ اُدھر سے گزرا۔اور پانی کا چشمہ دیکھ کر وہاں ہی ٹھہر گیا۔اُنہوں نے اِس جگہ پہلے کبھی پانی نہ دیکھا تھا۔اِس نعمتِ خُدا داد کو ہاجرہ اور اُس کے بچّے کے قدموں کی برکت خیال کرکے اُن دونو کی خاطر و مدارات کرنے لگے۔اب حضرت اِبراہیمؑ بھی اُن کے دیکھنے اور ملنے کو آنے جانے لگے۔قافلہ والوں کو حضرت ہاجرہ کی موجودگی اور حضرت ابراہیمؑ کی آمد و رفت سے خُدا پرستی کی

تعلیم ہوئی +

حضرت اسمٰعیلؑ انہیں لوگوں میں پلے اور جب بالغ ہوئے۔ تو اُن کے والد حضرت ابراہیمؑ نے اُن کو اپنے طریق پر خدا کی عبادت سکھائی +

توراۃ میں مذکور ہے کہ خود حضرت ابراہیمؑ اور اُن کی تمام اولاد میں یہ رواج تھا۔کہ خدا کی عبادت کی جگہ بطور نشان کے ایک لمبا اَن گھڑا پتھر کھڑا کر لیتے اور اُسے مذبح یا قربانگاہ اور خانۂ خدا قرار دیتے۔ اور وہاں خدا کی عبادت بجا لاتے تھے (دیکھو کتاب پیدائش باب ۱۲ آیت ۷ و ۸ اور باب ۱۳ آیت ۸ اور باب ۲۶ آیت ۲۵) اور ازرقی کی کتاب اخبار مکّہ سے یہ پایا جاتا ہے کہ اَن گھڑا پتھر کھڑا کرنے کی رسم بنی اسمٰعیل میں بھی بکثرت جاری تھی +

ازرقی نے اپنی کتاب اخبار مکّہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ خدا کا گھر بنائیں تو اُنھوں نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ سے کہا کہ ایک پتھر لاؤ تاکہ وہ لوگوں کے لئے نشانی ہو۔ اور وہ اُسی سے طواف شروع کیا کریں۔ وہ ایک پتھر لائے جو حضرت ابراہیمؑ نے ناپسند کیا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کو ایک پتھر مل گیا۔ اور اُنھوں نے حضرت اسمٰعیلؑ کے سوال کے جواب میں کہ یہ پتھر کہاں سے ملا یہ کہا کہ اُس نے دیا جس نے تیرے پتھر کے بھروسہ پر مجھے نہیں رکھا۔ ازرقی کے خیال میں خانہ کعبہ کا حجرِ اسود وُہی پتھر ہے۔ جو حضرت

اِبراہیمؑ نے قبیس کے پہاڑ سے اُٹھا کر مسجد کی جگہ قائم کیا۔ بعض راویوں نے اِس پتھر کی نسبت لکھا ہے کہ وُہ آسمان سے آیا ہُوا ہے۔ اَور یہ روایت بھی بعید از قیاس نہیں۔ اجرامِ سماوی سے زمانہ حال میں بھی کبھی کبھی پتھر گرتے ہیں +

اِس پتھر کے قائم کرنے کے بعد حضرت اِبراہیمؑ نے وہاں ایک مسجد بنائی اَور اُس کا نام کعبہ رکھا۔ حضرت اِبراہیمؑ اَور حضرت اسمٰعیلؑ اَور وُہ لوگ جو یہاں آباد ہُوئے تھے۔ خُدائے واحد ذوالجلال کی پرستش اُسی جگہ کیا کرتے تھے۔ اَور حضرت اِسمٰعیلؑ یہاں کے سردار اَور پیغمبر مانے جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ اُس جگہ ایک عالی شان شہر جس کا نام مکّہ ہے تعمیر پا گیا۔ اَور کعبہ عرب کا عالی شان معبد بن گیا۔ دُور دراز کے لوگ بھی وہاں عبادت اَور زیارت کے واسطے آنے لگے۔ اُمراء اَور سلاطین کی طرف سے خانہ کعبہ کی عمارت پر بیش بہا کپڑے کے غِلاف چڑھنے لگے۔ اَور کچھ عرصہ کے بعد یہ رسم ہو گئی کہ یہ غِلاف سالانہ چڑھا کرے۔ بے شُمار زائروں اَور حاجیوں کی آمد و رفت سے کئی بار ان غلافوں کو آگ لگ گئی اَور کئی بار یہ عمارت جل کر پھر بنی +

کعبہ کی چار دیواری کے ایک کونے میں حجرِ اسود نصب ہے۔ جسے حضرت اِبراہیمؑ اَور حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے ہاتھ سے رکھا تھا وُہ بھی آگ کے صدمہ سے سیاہ ہو گیا اَور ٹُوٹ گیا۔ اَور چاندی کے حلقوں سے پھر جوڑ کر اپنی جگہ پر رکھا گیا۔ اُس کونے سے جہاں یہ پتھر رکھا ہُوا ہے طواف شروع ہوتا ہے +

اُنچاسواں سبق

خانۂ کعبہ کی بزرگی

امتدادِ زمانہ سے مکہ کے باشندوں اور حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد نے ابراہیمی طریقۂ عبادت کو بھلا دیا۔ اور اُس خدا کے گھر میں اپنے اپنے نامی بزرگوں کے نام سے بُت رکھنے شروع کئے حتیٰ کہ اُن کی تعداد تین سو ساٹھ تک پہنچی۔ اور وُہی معبود قرار دیئے گئے۔ اب یہ لوگ پورے بُت پرست ہو گئے۔ اور اُن کے عادات و اخلاق بالکل بگڑ گئے۔

ہمارے رسُول کریم خاتم النبیین رحمۃ للعالمینؐ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہیں۔ اُن کو خُدا نے اِس واسطے مبعُوث کیا کہ اپنے دادا کی مسجد کو اُن ناپاک بُتوں سے پاک اور اُس کی بزرگی کو تمام عالم میں مشہور کر دیں۔ اور ساری دُنیا پر ثابت کر دیں کہ دینی اور دُنیاوی نیکی کا چشمہ اور رُوحانی اور جسمانی تہذیب کا منبع یہی گھر ہے اور جس برکت کا وعدہ خُدا نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ سے کیا تھا پُورا ہُوا۔ خُدا فرماتا ہے :-

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا

یعنی البتہ اوّل مسجد جو اِنسان کے واسطے بنائی گئی وُہ مکہ میں ہے۔ وُہ مُبارک ہے اور دُنیا کے واسطے ہدایت کی جگہ ہے۔ اُس

میں خُدا کی نشانیاں ہیں - وُہ اِبراہیم کا مُقام ہے - اَور جو اُس میں داخل ہوگا وُہ امن پائے گا +

خانہ کعبہ کے مُقدّس اَور مُبارک ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے - حضرت اِبراہیمؑ اَور حضرت اسمٰعیلؑ جیسے نبیوں کے مُقدّس ہاتھوں سے بنا - تمام دُنیا میں سوائے خانہ کعبہ کے صِرف بَیت المُقدّس دُوسرے درجہ پر مُقدّس مقام ہے جِس کی بُنیاد کِسی نبی نے خُدا کی عِبادت کے لئے رکھّی ہو +

خانہ کعبہ کے ہدایت کی جگہ ہونے میں کِس کو شک ہو سکتا ہے جبکہ حضرت اِبراہیمؑ اَور حضرت اسمٰعیلؑ نے اِس کو صِرف ایک خُدائے ذوالجلال کی عِبادت کے لئے بنایا - اَور جبکہ وُہ خُدا کا خاص بندہ دِین و دُنیا کی بڑی اصلاح کرنے والا - بُت پرستی کا مِٹانے والا اَور خُدا کی توحیدی اَور تقدیسی آوازوں سے سارے جہان کو گونجا دینے والا محمد مُصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم اُسی کی سرزمین میں پَیدا ہو +

خانہ کعبہ میں خُدا کی روشن نشانیاں بھی ظاہر ہیں - اوّل ایک بے آب جگہ میں پانی کا اِس قدر نکل آنا کہ ایک انبوہِ کثیر اُس سے فائدہ اُٹھا سکے - دُوم ایک چٹیل اَور ویران زمین پر ایک بڑے شہر اَور تجارت گاہ کا آباد ہونا - سوم یہاں کے رہنے والوں کا نہ صِرف دِینی امُور میں دُنیا کا اِمام بلکہ دُنیاوی علُوم و فنُون میں سارے جہاں کا اُستاد بننا - چہارم باوجودیکہ بڑے بڑے بادشاہوں نے اِس پر چڑھائیاں کیں - مگر کچھ اُوپر

ڈھائی ہزار برس سے آج تک اُس کا خودِ مُختار مُتبرک اور مُقدّس رہنا - اصحابِ فیل نے بسر کردگی ابرہہ شاہِ حبش خانہ کعبہ کی بے ادبی کا ارادہ کیا تھا - جس پر وُہ سخت عذاب کے ساتھ پسپا کیا گیا ۔

پس یہ سب کچھ خُداوندِ جل و علا کی صریح اور مشہور نشانیاں ہیں - جو کعبہ کی عظمت ظاہر کر رہی ہیں ۔

پچاسواں سبق

کعبہ کا حج فرض ہے

تمام قوموں میں قدیم الایام سے دستور چلا آتا ہے - کہ قوم کے مشہور و معروف محسنوں کے احسانات اور خدمات کے شکریہ میں اُن کی یادگاریں قائم کی جاتی ہیں - اسی بنا پر ایسے گھر کی عظمت کو بطور یادگارِ قدیم قائم اور باقی رکھنا اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے - جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ جیسے مُقدّس اور مُتبرک نبیوں کے خاص اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی عبادتگاہ ہے - اور جو حضرت ابراہیمؑ کے اُس موعودہ پوتے سیّد المرسلین اور اشرف المصلحین خُدا کے خاص محبوب محمدؐ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی سرزمین ہے - جس کی نسبت مُقدّس نوشتوں میں پیشینگوئیاں ہوتی آئی ہیں - اور جس کی بعثت سے

دُنیا میں تہذیب اور ترقی کا دَور شروع ہُوا ۔

اب ایسے مقام کا بھلا دینا جو تمام دِینی اور دُنیاوی نیکیوں کا سرچشمہ ہے ۔اور اُس کی طرف مُنہ نہ کرنا چاہئے افسوس ہے اِس لئے ہم ہر نماز میں اُس کی طرف مُنہ کرتے اور عُمر بھر میں کم از کم ایک بار حج ادا کرتے ہیں ۔ خُدا فرماتا ہے :-

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ

یعنی اُن لوگوں پر جنہیں سفر کی توفیق ہو حج بیت اللہ فرض ہے

ہمارے رسُولِ کریمؐ نے حج کے وُہی آداب قائم رکھے ۔جن کی پیغمبروں کے ابو الآبا اور مِلّت حنیفی کے بانی مبانی حضرت اِبراہیمؑ نے ڈالی تھی ۔ یہ آداب نہ صرف اُس مُقدّس نبی اور اُن کی بیوی ہاجرہ اور بیٹے اسمٰعیل کی مُقدّس یادگاریں ہیں جنھوں نے نہایت تاریکی اور ظُلمت کے زمانہ میں خُدا کی توحید اور تقدیس کا نُور دُنیا میں پھیلایا ۔ بلکہ اُن سے ہمیں بہت سی رُوحانی نیکیوں کا سبق ملتا ہے ۔

ہم حج کے دِنوں احرام باندھ کر وُہ لباس پہنتے ہیں ۔جو اِبتدا میں مُروّج اور حضرت اِبراہیم کا لباس تھا ۔اور جب ہم اُس لباس کا زمانہ حال کی دستار ۔ ٹوپی ۔کوٹ ۔ صدری ۔گلوبند اور شلوار کے ساتھ مُقابلہ کرتے ہیں ۔ تو معاً خُدا کی بے اِنتہا قُدرت کا خیال پیدا ہوتا ہے ۔جس نے اِنسان کو اِس قدر ترقی کا موقع عطا کیا ۔ علاوہ ازیں غریب سے غریب گدائے بے سر و سامان اور اعلیٰ سے اعلیٰ بادشاہ عظیم الشّان اِن

آداب کی بجا آوری کے وقت خُداوند زمین و آسمان کے حضُور ایک ہی لباس اَور ایک ہی طرز میں مُساوی طور پر حاضر ہوتے ہیں

ہم صفا اَور مروہ کی پہاڑیوں پر جاتے - واپس آتے اَور چاہِ زمزم کا پانی پیتے ہیں -جس سے ہم کو بی بی ہاجرہ کی بے قراری اَور اِضطرار اَور اُس پر خُدا کے فضل و کرم یاد آ جاتے ہیں۔ یہ امر ہم کو خُدا کی اُن نعمتوں اَور برکتوں کا اُمید وار کرتا ہے جو اُس نے ہمارے لئے پوشیدہ رکھی ہُوئی ہیں مگر ہم نہیں جانتے

ہم قُربانی کرتے ہیں -جس سے ہم کو حضرت اِبراہیم کی اعلیٰ درجہ کی اطاعتِ خُداوندی یاد آ جاتی ہے کہ خُدا کے حُکم کی تعمیل اَور محبّت میں اُنہوں نے اپنے عزیز بیٹے کی جان کی بھی پروا نہ کی ؞

ہم حجرِ اسود کو چُومتے ہیں - نہ اِس واسطے کہ وُہ معبُود ہے نہ اِس واسطے کہ وُہ خُدا ہے - نہ اِس واسطے کہ وُہ ہماری مُرادیں دیگا - نہ اِس واسطے کہ وُہ خُدا کا یا خُدا کے رسُول کا اَوتار ہے - بلکہ محض اِس خیال سے کہ وُہ ایک مُقدّس اَور پاک نبی کے ہاتھ کا رکھا ہُوا دُنیا کی رُوحانی اَور جسمانی نیکیوں کا بُنیادی پتھر ہے - آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا یعنی تُم میری قبر کی پرستش مت کرو جب آنحضرتؐ نے اپنی قبر کی جس میں جسمِ اقدس و اطہر رکھا ہُوا ہے - پرستش کی مُمانعت کی ہے - تو حجرِ اسود کی پرستش کب جائز ہو سکتی ہے - حضرت عُمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے

حج کے وقت ہماری ہدایت کے لئے حجرِ اسود کو نہایت عمدگی سے مخاطب کرکے یہ فرمایا تھا۔ "میں جانتا ہوں کہ تو کچھ نہیں مگر پتھر۔ میں تجھ کو اس واسطے چومتا ہوں کہ میرے پیارے نبیؐ نے تجھے چوما تھا"۔ پس حجرِ اسود کی نسبت مسلمانوں کا صرف یہی اعتقاد ہے۔ اور کچھ نہیں ٭

حج کے ذریعہ سے دنیا کے مختلف اطراف و اکناف کے مسلمان بھائیوں کو سال بھر میں کم از کم ساری عمر میں ایک دفعہ یہ موقع ملتا ہے۔ کہ باہمی میل جول کے فیض سے روحانی اور جسمانی نیکیاں حاصل کریں۔ جو تمام ترقیوں کی جڑ ہیں۔ پس ہم کو اپنے خدائے وحدہٗ لا شریک لہٗ کی شکر گزاری اور اپنے مقدس مذہب اسلام کی قدر کرنی چاہیئے۔ جس کی تعلیم ہر طرح اور ہر وجہ سے مقدس مکمل اور معقول ہے ٭

اکانواں سبق

مقامات اور آدابِ حج کی تشریح

زیارتِ خانہ کعبہ کے آداب بیان کرنے سے پہلے ہم بچوں کی سہولت کے لئے بعض الفاظ کی تشریح کرتے ہیں۔ جو اس زیارت کے متعلق ہیں۔ اور جن کا جاننا ضروری ہے ٭

میقات۔ اس مقام کو کہتے ہیں۔ جہاں سے خانہ کعبہ کی

زیارت کے ارکان ادا کرنے کی نیّت کی جائے - اہلِ مکّہ کے لئے حرمِ کعبہ ہی میقات ہے - مدینہ سے آنے والوں کے لئے ذُوالحُلَیفَہ - عراق سے آنے والوں کے لئے ذاتِ عِرق - شام سے آنے والوں کے لئے جُحفَہ - نجف سے آنے والوں کے لئے قرانؔ - یمن اور ہندوستان سے آنے والوں کے لئے یَلَملَم میقات ہیں +

جو لوگ اِن راستوں کے علاوہ کسی اور راستے سے آئیں اُن کا میقات کوئی ایسا مقام ہوگا - جو مندرجہ بالا میقات میں سے کسی کے متصل یا مُقابل ہو - میقات پر پہنچ کر حجامت بنوانا اور غُسل یا وضُو کرنا مستحب ہے +

احرام زیارتِ خانۂ کعبہ کی تیاری کے آداب کو کہتے ہیں اِس میں صِرف ایک چادر بطور تہ بند کے باندھتے ہیں - اور ایک چادر اوڑھنے کی ہوتی ہے - یہ چادر اِس طرح اوڑھی جاتی ہے کہ ایک کونہ چادر کا دائیں بغل سے نکال کر بائیں شانہ پر اور دُوسرا کونہ بائیں بغل سے نکال کر دائیں شانہ پر لٹکاتے ہیں جس طرح ہمارے مُلک میں گاتی باندھتے ہیں +

اِس وقت سے سر کو ڈھانکنا یا ایسا کپڑا جو قطع کرکے سیا گیا ہو - اور موزہ یا جُراب پہننا - شکار کھیلنا یا دُوسرے کو شکار بتانا - یا کسی بڑے یا چھوٹے جاندار کو مارنا خواہ جُوں ہی ہو - تیل لگانا - مہندی لگانا - فحش باتیں کرنا - گالیاں دینا - دوستوں یا نوکروں کو ناراض کرنا - سر منڈانا یا منڈوانا - ناخن کترنا - یا

کتروانا ۔ خوشبو سونگھنا غرضکہ تمام دُنیاوی عیش و عشرت منع ہو جاتا ہے ۔ بے سِلائی کے کپڑے پہننے اور سر ننگا رکھنے کے حُکم سے عورتیں مُستثنےٰ ہیں ۔ احرام باندھنے والے کو مُحرم کہتے ہیں ⁕

حج ۔ ماہ ذی الحجہ کی آٹھویں سے تیرھویں تاریخ کے عرصہ میں جو ارکان زیارتِ خانہ کعبہ کے بجا لائے جائیں اُن کو حج کہتے ہیں

عُمرہ ۔ سوائے ایامِ حج کے جن کا اُوپر ذِکر ہُوا ہے ۔ سال کے باقی ایام میں زیارتِ خانۂ کعبہ یا طواف مع آداب کو عُمرہ کہتے ہیں ۔ یہ ہر حالت میں جبکہ کوئی مُسلمان داخل حرم ہو ۔ سُنّتِ مُؤکدہ ہے ⁕

حج افراد ۔ وُہ ہے کہ صِرف حج کی نیت سے احرام باندھا جائے ۔ ایسی نیت والے حاجی کو مُفرد کہتے ہیں ⁕

حج قِران ۔ وُہ ہے کہ حج اور عُمرہ دونو کی نیّت سے احرام باندھا جائے ۔ ایسے حاجی کو قارن کہتے ہیں ⁕

حج تمتع وُہ ہے کہ صِرف عُمرہ کی نیت سے احرام باندھا جائے ۔ مگر عُمرہ کے بعد احرامِ حج باندھا جائے ۔ ایسے حاجی کو مُتمتع کہتے ہیں ⁕

تلبیہ اُس دُعا کے پڑھنے کو کہتے ہیں جو احرام کے بعد ہر ایک نشیب و فراز پر بآواز بلند پڑھی جاتی ہے ۔ اور وُہ دُعا یہ ہے :-

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ لَكَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ لَكَ وَلَا شَرِیْكَ لَكَ ط

عورتوں کو یہ دُعا آہستہ آہستہ پڑھنی چاہئے ⁕

عرفات - مکہ سے شمال و مشرق کے گوشہ میں جبل الرّحمۃ کے پاس طائف کی راہ میں ایک چھوٹا سا میدان ہے۔ پیادہ آدمی مکہ سے دوپہر کے بعد چل کر آسانی سے شام کو وہاں پہنچ جاتا ہے +

منا - مکہ اور عرفات کے درمیان ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ جہاں پیادہ آدمی مکہ سے دو تین گھنٹہ میں پہنچ سکتا ہے +

مزدلفہ - منا اور عرفات کے درمیان ایک مقام ہے۔ یہاں ایک مسجد ہے۔ جو حضرت عائشہ کی مسجد کہلاتی ہے +

بطنِ محسّر - ایک مختصر میدان ہے۔ جو مزدلفہ اور منا کے درمیان واقع ہے۔ اصحابِ فیل یہاں ہی آ کر ٹھہرے تھے +

رمی - منا میں تین ٹیلے بطور نشانات بنے ہوئے ہیں۔ ایک کا نام جمرۂ اُولیٰ دوسرے کا جمرۂ وُسطیٰ اور تیسرے کا نام جمرۃ العقبہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک نشان پر ایک ایک کر کے سات سات کنکریاں مارنے کو رمی کہتے ہیں +

طواف خانہ کعبہ کے گرد گھومنے کو کہتے ہیں۔ یہ طواف حجرِ اسود سے شروع کیا جاتا ہے۔ سات پھیرے کئے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک پھیرے پر حجرِ اسود کو بوسہ دیا جاتا ہے۔ اگر بوسہ نہ دے سکیں۔ تو صرف ہاتھ سے اشارہ کر دیں۔ پہلے تین پھیروں میں جلدی اور مونڈھے ہلا کر چلتے ہیں۔ اس عمل کو رمل کہا جاتا ہے۔ اور باقی چار پھیرے معمولی چال سے چلتے ہیں۔ عورتوں کو رمل کا حکم نہیں۔ پہلے طواف کو طوافِ قدوم اور پچھلے کو

طوافِ وِداع کہتے ہیں ❖

صَفا - ایک پہاڑی کا نام ہے - جو خانۂ کعبہ سے گوشۂ جنُوب ومشرِق پر واقع ہے - یہ بابُ الصّفا کے پھاٹک سے چھہتر[۷۶] قدم کے فاصلہ پر ہے ❖

مرْوہ - ایک دُوسری پہاڑی صفا کے مُقابل کعبہ کے دُوسری جانب ایک سَو سترسٹھ[۱۶۷] قدم کے فاصلہ پر ہے ❖

سعْی - صفا اور مرْوہ کے درمیان جلد چلنے اور سات چکر[۷] لگانے کو سَعْی اور دونو پہاڑیوں کے درمیان کے راستہ کو مَسْعیٰ کہتے ہیں - مَسْعیٰ کی کُل مُسافت چار سَو ترانوے قدم ہے ❖

ہر ایک چکر شَوط کہلاتا ہے - پہلا شَوط صفا سے شروع اور پچھلا شوط مرْوہ پر ختم ہوتا ہے - عورتوں کو صفا اور مرْوہ کی چوٹیوں پر جانے کا حُکم نہیں - اگر کوئی وجہ مانع نہ ہو تو سعْی پا پیادہ کرے ❖

باوَنواں سبق

آدابِ حج

آداب اور ترتیب حج اِس طرح پر ہے - کہ اِنسان گھر سے بنیّتِ حج کرکے چلے - زادِ راہ خالص حلال کا مال ہو پسماندوں کے واسطے کافی خرچ چھوڑا جائے - اور وصیّت تحریری کی جائے

راستہ میں لغویات اور فواحش سے پرہیز کرے۔میقات پر پہنچ کر احرام باندھے۔محرم مکّہ پہنچ کر آٹھویں ذی الحجہ کو طلوعِ آفتاب کے بعد مکّہ سے روانہ ہو کر منا میں ٹھہرے۔وہاں نمازِ ظہر۔عصر۔عشا پڑھے۔رات وہاں ہی رہے۔نویں کو نمازِ فجر بھی وہاں ہی پڑھے۔طلوعِ آفتاب کے بعد وہاں سے چل کر عرفات میں پہنچے۔اور دعا اور استغفار میں مشغول رہے۔مسجدِ ابراہیم میں نمازیں با جماعت یا تنہا جیسا موقع ہو۔ادا کرے +

غروبِ آفتاب پر امام کے ہمراہ عرفات سے چل کر مزدلفہ کو واپس آئے۔مغرب کی نماز عرفات یا راستہ میں نہ پڑھے۔بلکہ مزدلفہ پہنچ کر عشا کے وقت نمازِ مغرب اور نمازِ عشا بالترتیب جماعت کے ساتھ پڑھے۔اس دن حاجیوں کے واسطے نمازِ مغرب کا وقت عشا ہی ہے۔رات مزدلفہ میں رہے۔دسویں کو طلوعِ آفتاب سے پہلے منا کو روانہ ہو چلنے سے پہلے کسی پاک جگہ سے ستر چھوٹی کنکریاں لے کر پاس رکھے۔مسجد سے یا جمار سے یہ کنکریاں نہ لینی چاہئیں۔بطنِ محسّر پر پہنچ کر ایک تیر کے فاصلہ کے برابر دوڑ کر چلے۔اگر سوار ہو تو سواری کو تیز چلائے۔تمام سفر میں ہر ایک نشیب فراز پر تلبیہ پڑھے +

وادی منا میں پہنچ کر جمرۃ العقبہ کے سامنے ایسے کھڑا ہو۔کہ منا دائیں اور کعبہ بائیں طرف ہو۔اس وقت جمرۃ العقبہ پر رمی کرے۔اور تلبیہ موقوف کر دے +

رمی جمرۃ العقبہ سے فارغ ہو کر وہاں کھڑا نہ رہے۔ فوراً واپس چلا آئے۔ اور مقام پر آ کر نماز اور تسبیح اور دعا میں مشغول ہو۔ رمی جمرۃ العقبہ کے بعد قارن یا متمتع قربانی کرے اور اگر قربانی کی توفیق نہ ہو۔ تو دس روزے رکھے۔ تین روزے ساتویں۔ آٹھویں اور نویں ذی الحجہ کو اور باقی سات حج کے بعد رکھنے بہتر ہیں۔ قربانی کے بعد قارن یا متمتع سر منڈوائے یا کترائے۔ اور سر منڈوا کر ناخن اور بغلیں لوائے۔ مفرد بھی ایسا کر سکتا ہے۔ مگر عورتیں اس حکم سے مستثنےٰ ہیں۔ صرف چوٹی سے چند بال کترائیں۔ اس حجامت کے بعد باستثنائے بعض خاص حالتوں کے احرام کی تمام پابندیاں موقوف ہو جاتی ہیں ٭

اسی روز پیادہ پا با طہارت طواف کرے۔ اگر اس روز نہ کر سکے۔ تو گیارھویں یا بارھویں تاریخ کو ضرور کر لینا چاہیئے ورنہ بصورتِ تاخیر قربانی دینی لازم ہوگی ٭

عورتوں کو خاص حالت میں تاخیر کا حکم ہے۔ اور کوئی قربانی لازم نہیں۔ اس طواف کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا ٭

طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز پڑھے۔ یہ نماز بھیڑ میں عورتوں کو معاف ہے ٭

نماز کے بعد سعی کے واسطے باب الصفاء سے نکلے۔ اور فارغ ہو کر منا میں مقیم اور شب باش ہو ٭

گیارھویں کو نمازِ ظہر کے بعد رمی اس طرح کرنا چاہیئے کہ

پہلے جمرہ اُولے سے پانچ گز یا زائد فاصلہ پر قبلہ رُخ کھڑا ہو
کر ایک ایک کرکے سات کنکریاں مارے - اور آگے چل دے
یہاں تک کہ جمرہ اُولے پس پُشت ہو جائے - وہاں آدھے
گھنٹے کے قریب کھڑا ہو کر تسبیح اور درُود پڑھے - اور دُعا
مانگے - پھر اُسی طرح جمرہ وسطےٰ پر رمی کرے - اور آگے چل
دے - آخر جمرۃ العقبہ کے پاس آ کر اُسی طرح رمی کرے وہاں
دُعا وغیرہ کے واسطے نہ ٹھہرے - بلکہ فوراً قیام گاہ کو واپس آئے
بارھویں اور تیرھویں تاریخوں میں مندرجہ بالا تینوں جمروں
پر رمی کرے - بارھویں تاریخ کی رمی کے بعد مکّہ میں آ سکتا
ہے - مگر پھر تیرھویں تاریخ کو رمی نہیں کر سکتا - اِس لئے بہتر
ہے - کہ چار دِن پُورے کرے - اور اِن دِنوں منا میں رہے +
چوتھے دِن کی رمی کے بعد مکّہ میں آ کر اِختیار ہے کہ اُسی
روز طوافِ وداع کرکے اپنے گھر کو روانہ ہو جائے - خاص
حالتوں میں طوافِ وداع عورتوں کو مُعاف ہے +

پانچواں رُکن

زکوٰۃ

ترپنواں سبق

انسانی ہمدردی اور خیرات کی ہدایت

اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ؕ

جو لوگ سونا اور چاندی زمین میں گاڑتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں سخت عذاب کی خبر کر دو ۔

بچوں کو اس بات کے سمجھانے کی ضرورت نہیں کہ خدا نیک اور پاک ہے ۔ اور اس کی بے شمار صفات بھی نیک اور پاک ہیں ۔ پس بفحوائے تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ ہمیں خدائی صفات کی پیروی کرنا چاہیئے ۔ خدا کی صفات میں ایک صفت یہ بھی ہے ۔ کہ وہ قاضی الحاجات ہے ۔ یعنی ہماری حاجتیں پوری کرتا ہے ۔ اس لئے ہمیں لازم ہے کہ ہم بھی حتی الامکان حاجتمندوں کی حاجتیں پوری کریں ۔ بھوکے کو کھانا کھلائیں ننگے کو کپڑا پہنائیں

غلاموں اور بے گناہ قیدیوں کو آزاد کرائیں ۔ یتیموں اور بیواؤں کو امداد دیں ۔ اور غریب مسافروں کے دستگیر ہوں ۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے :۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ

یعنی ہمیں اپنے ماں باپ ۔ رشتہ داروں ۔ یتیموں ۔ مسکینوں ۔ اور مسافروں کے ساتھ نیکی کرنی چاہئے ۔ یہی عمل خدا کی راہ میں خرچ کرنا کہلاتا ہے +

یوں تو اگر خدا کی راہ میں کوئی سارا گھر بار لٹا دے تو اسے اختیار ہے ۔ مگر ہمارے مقدس اور پُر حکمت مذہب اسلام نے ہماری برداشت اور ہمارے دنیاوی تعلقات کو ملحوظ رکھ کر ہمیں نہایت مناسب طور پر خیرات کرنے کا حکم دیا ہے ۔ جو ہماری طاقت سے زائد نہیں ۔ خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ۔ وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ یعنی اے پیغمبر تم سے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کیا خرچ کریں تم اُن سے کہہ دو کہ جس قدر تمہاری ضروریات سے زائد ہو +

عیسائی مذہب کی تعلیم یہ ہے کہ پرندے اپنے لئے ذخیرہ نہیں کرتے تم بھی اپنے لئے ذخیرہ مت کرو اور آج کے دن کل کی فکر میں مت پڑو ۔ اس حکم پر کوئی مقدس سے مقدس عیسائی بھی عمل نہیں کر سکتا کیونکہ یہ حکم انسانی فطرت کے خلاف ہے ۔ لیکن اسلام کے احکام انسان کی فطرت اور اُس کی برداشت کے ایسے مطابق ہیں کہ یہی امر اُس کے منجانب اللہ ہونے کی کافی دلیل ہے +

چونواں سبق

کس کس مال پر زکوٰۃ واجب ہے

جیسے ہر وقت اور ہر لحظہ خُدا کی عبادت کرنا اور اُس کی یاد میں مشغول رہنا نیکی ہے - مگر ضابطہ اور پابندی کی نماز وُہ ہے - جو خُدا نے اور خُدا کے رسول نے ہم پر فرض کی ہے - ویسے ہر وقت اور ہر لحظہ خیرات دینا اور ہر فردِ بشر کے ساتھ نیکی کرنا عمدہ کام ہے - لیکن با قاعدہ خیرات جو خُدا نے ہم پر فرض کی ہے - وُہ خاص محل اور خاص میعاد اور خاص مقدار کی خیرات ہے - جس کے لئے قرآن مجید میں نماز اور عبادت کے ساتھ ساتھ بار بار تاکید ہے - اِس خاص خیرات کو مذہبی اصطلاح میں زکوٰۃ کہتے ہیں - جو ہر ایک عاقل بالغ آزاد اور ذی مقدرت مسلمان پر فرض ہے - زکوٰۃ کے حکم میں یہ مصلحت ہے کہ مال تجارت میں لگایا جائے - تاکہ اُس سے منفعت ہو - اور دولتمندوں سے ایک معیّنہ حصّہ اُن کی کمائی کا نے کر محتاجوں میں تقسیم کیا جائے +

پیشتر اس کے کہ ہم زکوٰۃ کے مسائل پر بحث کریں - اِس کے متعلق چند اصطلاحی الفاظ کی تشریح کر دینا مناسب سمجھتے ہیں - تاکہ بچّوں کو اُن کے مطالب اور معانی سمجھنے

میں سہولت ہو +

نصاب - اُس اقل مقدار مال کو کہتے ہیں - جس پر زکوٰۃ واجب ہو +

وسق - ایک وزن ہے جو ساٹھ صاع کا ہوتا ہے - اور ایک صاع وزن مروّجۂ ہندوستان کے دو سیر دو چھٹانک دو تولہ اور چار ماشہ کے برابر ہے - اِس حساب سے ایک وسق تین من سوا نو سیر کے برابر ہُوا +

دِرم - چاندی کا سکہ یا وزن جو ہندوستانی وزن تین ماشہ اور ایک رتی کے برابر ہوتا ہے +

دینار - سونے کا وزن یا سکہ ساڑھے چار ماشہ کا +

بنت مخاص - وہ اُونٹنی جو عمر کے دُوسرے سال میں ہو

بنت لبون - وہ اُونٹنی جو عمر کے تیسرے سال میں ہو +

حُقّہ - وہ اُونٹنی جو عمر کے چوتھے سال میں ہو +

جذعہ - وہ اُونٹنی جو عمر کے پانچویں سال میں ہو +

زکوٰۃ مفصلہ ذیل مال و اسباب پر واجب ہے :-

اوّل - زراعت کی پیداوار اور پھلوں پر +

دوم - اُونٹ - گائے - بھیڑ - بکری وغیرہ پر +

سوم - سونا - چاندی اور نقدی پر +

چہارم - تجارت کے مال پر +

بقولات اور سبزیاں اور وہ پھل جو ذخیرہ نہ رکھے جا سکیں خانہ داری کے اسباب اور سامان - کُتب خانہ - سواری کے

گھوڑے۔ زراعت کے آلات اور سامان۔ زراعت کے مویشی کم عمر بچے اور بچھڑے۔ مالِ مقروض۔ وہ مال جو پورے سال تک ہماری ملکیت میں نہ رہا اور وہ مال جو نصاب مقررہ سے کم ہو ادائے زکوٰۃ سے مستثنےٰ ہیں ؞

پچیسواں سبق

میعاد ادائے زکوٰۃ اور شرح زکوٰۃ

ہر ایک قسم کے مال و اسباب کا نصاب یعنی اقل مقدار۔ جس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ حسب ذیل ہے :۔

(۱) زراعتی پیداوار پھل ۵ وسق یعنی سولہ من سوا چھ سیر (۲) اونٹ ۵ شمار (۳) گائے۔ بیل ۳۰ راس (۴) بھیڑ۔ بکری ۴۰ راس (۵) چاندی کے ٹکڑے۔ سکے۔ برتن یا زیورات وغیرہ دو سو درم (۶) سونے کے ٹکڑے۔ برتن یا زیورات وغیرہ بیس دینار (۷) مال و اسباب تجارت جبکہ قیمت میں دو سو درم یا بیس دینار تک ہو ؞

زکوٰۃ کی شرح ہر مال کے نصاب کی مقدار پر بہ اختلاف مدارج حسب ذیل ہے :۔

(۱) غلہ اور پھل (الف) اگر زمین کی آبپاشی قدرتی ذرائع سے ہو تو دسواں حصہ پیداوار کا

(ب) اگر زمین کی آبپاشی مصنوعی ذرائع مثلاً ڈول چرسہ اور چرخ وغیرہ سے ہو تو   بیسواں حصہ پیداوار کا

(۳) اونٹوں کی زکوٰۃ بشرح ذیل ہے :-

اونٹوں پر جب اُن کی تعداد ۵ سے ۹ تک ہو   ایک بکری

ایضاً   ۱۰ سے ۱۴ تک ہو   دو بکریاں

ایضاً   ۱۵ سے ۱۹ تک ہو   تین بکریاں

ایضاً   ۲۰ سے ۲۴ تک ہو   چار بکریاں

ایضاً   ۲۵ سے ۳۵ تک ہو   ۱ بنت مخاص

ایضاً   ۳۶ سے ۴۵ تک ہو   ۱ بنت لبون

ایضاً   ۴۶ سے ۶۰ تک ہو   ۱ حقہ

ایضاً   ۶۱ سے ۷۵ تک ہو   ۱ جذعہ

ایضاً   ۷۶ سے ۹۰ تک ہو   ۲ بنت لبون

ایضاً   ۹۱ سے ۱۱۹ تک ہو   ۲ حقہ

ایضاً   ۱۲۰ سے ۱۴۴ تک ہو ۲ حقہ اور ہر پانچ زائد از ۱۱۹ پر ایک بکری

ایضاً   ۱۴۵ سے ۱۴۹ تک ہو ۲ حقہ اور بنت مخاص

ایضاً   ۱۵۰ تک ہو   ۳ حقہ

ایضاً   ۱۵۱ سے ۱۷۴ تک ہو ۳ حقہ اور ہر پانچ زائد از ۱۵۰ پر ایک بکری

ایضاً   ۱۷۵ سے ۱۸۵ تک ہو ۳ حقہ اور بنت مخاص

جب اُونٹوں کی تعداد ۱۸۶ سے ۱۹۵ تک ہو ۳ حقّہ
اور بنت لبُون

ایضاً ۱۹۶ سے ۲۰۰ تک ہو ۴ حقّہ

اور اِس کے بعد ہر زائد پانچ اُونٹوں پر اُسی حساب سے
جو ۱ و ۱۵ سے زائد پر ہے زکوٰۃ بڑھائی جائے ٭

(۳) گائے - بَیل یا بھینس پر :-

جب تعداد ۳۰ سے ۳۹ تک ہو ۱ گوسالہ یک سالہ

ایضاً ۴۰ ہو ۱ گوسالہ دو سالہ

ایضاً ۴۱ سے ۵۹ تک ہو ۱ گوسالہ اور چالیسواں
حصہ قیمت گاؤں زائد از چالیس کا

ایضاً ۶۰ سے ۶۹ تک ہو ۲ گوسالہ یک سالہ

ایضاً ۷۰ پر ۱ گوسالہ یک سالہ اور ۱ گوسالہ دو سالہ

بعد ازاں ہر تیس پر ایک گوسالہ یک سالہ اور ۴۰ پر
ایک گوسالہ دو سالہ ٭

(۴) بھیڑ - بکری پر :-

جب تعداد میں ۴۰ سے ۱۲۰ تک ہوں ۱ بکری فی ۴۰ بکری

ایضاً ۱۲۱ سے ۲۰۰ تک ہوں دو بکریاں

ایضاً ۲۰۱ سے ۳۹۹ تک ہوں تین بکریاں

ایضاً ۴۰۰ اور اُس سے زائد پر ۱ بکری فی صدی

(۵) چاندی کے ٹکڑے سکے برتن زیورات وغیرہ جب وزن
میں دو سَو درم تک ہوں چالیسواں حصہ

دو سَو سے اُوپر ہر پُورے چالیس دِرم زائد کے لئے ایک دِرم زائد +

(۶) سونے کے ٹکڑے ۔ سکّے ۔ برتن ۔ زیورات وغیرہ جب وزن میں بِیس دِینار تک ہوں ۔۔۔۔ چالیسواں حِصّہ

بِیس دِینار سے اُوپر ہر پُورے چار دِینار کے لئے چالیسواں حِصّہ

(۷) مالِ تجارت پر جب کہ اُس کی قِیمت دو سَو دِرم یا بِیس دِینار تک ہو ۔۔۔۔ ڈھائی فی صدی

چھبّیسواں سبق

زکوٰۃ کِن کِن اشخاص کو دی جائے

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغَارِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

ترجمہ ۔ زکوٰۃ کا مال فقیروں کا حق ہے ۔ اَور محتاجوں کا اَور اُن کارکنوں کا جو زکوٰۃ وصُول کرنے پر مامُور ہوں اَور اُن لوگوں کا جن کے دِلوں کا پرچانا منظُور ہے ۔ اَور غلاموں کی آزادی میں قرضداروں کے قرضہ ادا کرنے خُدا کی راہ میں اَور مسافروں کی خبرگیری میں صرف کیا جائے +

یعنی مالِ زکوٰۃ کے مُستحق آٹھ قسم کے اشخاص ہیں ۔ اوّل فقیر جو رات دِن کی روٹی کا گزارہ رکھتا ہو ۔ دوم مسکین جس

کے پاس ایک وقت کے کھانے کو بھی نہ ہو۔ سوم وُہ لوگ جو خلیفہ وقت کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور ہوں۔ چہارم وُہ نَو مُسلِم لوگ جنہیں بوجہ تبدیل مذہب کے مالی دِقتیں پیش آئیں۔ پنجم کسی دُوسرے شخص کا غُلام اگر آزادی حاصل کرنا چاہے۔ ششم قرضدار جو اپنے قرضہ کے ادا کرنے کا کوئی ذریعہ نہ رکھتا ہو۔ ہفتم وُہ غازی جو جہاد پر جانا چاہے اور خرچ نہ رکھتا ہو۔ ہشتم مُسافر جس کے پاس زادِ راہ نہ ہو +

اگر بھائی بہن اور اُن کی اولاد اور اُن کی پھوپی۔ خالہ اور اُن کی اولاد اور دیگر رشتہ دار اِن آٹھوں اشخاص کی تعریف میں آ جائیں۔ تو اُنہیں مالِ زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ رشتہ دار ہمسایہ اہلِ محلہ اہلِ شہر دُوسرے غریبوں۔ اور مسکینوں پر بالترتیب ترجیح رکھتے ہیں۔ خویش گو فاسق ہو بیگانہ صالح سے زیادہ مُستحق ہے۔ جن لوگوں کو زکوٰۃ نہ دینی چاہئے۔ وُہ حسب ذیل ہیں :-

اوّل غیر مُسلم۔ انگریزی مقولہ ہے کہ خیرات پہلے گھر سے شروع ہوتی ہے۔ پس مُسلمان مُحتاج کے مُقابل غیر مُسلم ہرگز حق دار نہیں ہو سکتا +

لیکن مولٰنا شبلی اپنی کتاب الفاروق کے صفحہ ۱۵۷ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بیتُ المال کے داروغہ کو لکھ بھیجا۔ کہ قرآن مجید کی آیت اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ

میں فُقراء کے لفظ سے مسلمان اور مساکین کے لفظ سے اہلِ کتاب یہودی اور عیسائی مُراد ہیں ◆

دوم غنی کیونکہ اُسے ضرورت نہیں ◆

سوم - رشتہ دار جو اصلاً یا فرعاً ہم سے براہِ راست تعلق رکھتے ہیں - مثلاً ماں - باپ - دادا - دادی - بیٹا - بیٹی - بیوی اپنا غلام - اپنا خاوند ◆

چہارم بنی ہاشم - یعنی اولادِ علی - اولادِ جعفر - اولادِ عبّاس اولادِ عقیل - اولادِ حارث رضی اللہ عنہم تا کہ یہ لوگ سُست اور کاہل نہ ہو جائیں - بانی اسلام علیہ الصّلوٰۃ و السّلام کی بے غرضی کا اس سے زیادہ ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے - کہ برخلاف بعض دیگر مذاہب کے پیشواؤں کے اپنی اولاد اور اپنے خاندان کے لوگوں کو زکوٰۃ کے مال سے بالکل محروم کر دیا - خواہ وہ اُن آٹھوں اشخاص کی شق میں آ بھی جائیں جو زکوٰۃ لینے کے مجاز ہیں ◆

فقراء اور مساکین کو کھانا کھلانے سے کسی فقیر یا مسکین کو قرضہ بخش دینے سے مسجد یا پُل بنانے سے اپنے حج اور عمرہ پر صرف کرنے سے اپنا غلام آزاد کر دینے سے خود جہاد پر جانے سے اور مُردے کی تجہیز و تکفین کے اخراجات سے زکوٰۃ کا فرض ادا نہیں ہوتا ◆

خاتمہ

غرض کہ جب ہم اِسلام کے پانچوں ارکان جن کا ذکر اِس کتاب میں ہُوا ہے - غور سے دیکھیں - تو ہم پر ثابت ہو جائے گا - کہ مذہب اِسلام فی الحقیقت تمام رُوحانی اور جسمانی نیکیوں کا سرچشمہ اور خُدا پرستی - خُود فراموشی - احسانِ عام اور اِنسانی ہمدردی کا منبع ہے - کوئی اَنھونی بات یا ناممکن التعمیل حُکم ہم پر فرض نہیں کرتا - بلکہ جو کچھ ہم پر فرض ٹھہراتا ہے وُہ بالکل آسان اور سہل التعمیل اور انسانی فطرت کے موافق ہے - نہ اِسلام ہم کو تثلیث اور تناسخ جیسے برتر از فہم اور ویرے از عقل مسائل پر اِعتقاد رکھنے کو مجبُور کرتا ہے اور نہ دہریت کی گمراہی میں ڈالتا ہے - خُدا کی ذات کی نسبت ایمان بالغیب کا حُکم دیتا ہے - جس کی کُنہ تک پُہنچنا اِنسانی طاقت سے خارج ہے - اور اِس لئے ہمارے رسُول اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے الدین یسر فرمایا ہے - یعنی دینِ اِسلام سراسر سہُولت اور آسانی پر مبنی ہے *

اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ

نعتیہ کلام

کوئی عاشقان رسول خدا سے پوچھے کہ نعتیہ کلام کیا چیز ہے نعتیہ کلام مجموعہ ہے اُن روح افزا اور سرور انگیز نظمون کا جو شعراء باکمال نے حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلعم کی شان مبارک مین لکھی ہین پڑھیے اور جھومیے پھر پڑھیے اور جھومیے ہر نظم سے وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے اگر ہمین سچے اور صحیح معنون مین اپنے سبز گنبد والے آقا سے محبت ہوتی اور دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان اس کے نقش قدم پر چلنے مین اپنی نجات سمجھتے تو آج اسلام کے نام لیوا اسقدر ذلیل و خوار نظر نہ آتے نعتیہ کلام کی اشاعت کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ ہم دنیا کے سب سے بڑے اور کامل انسان کی مقدس سیرت کے رنگ مین رنگے جائین اور کفر و الحاد کے زنگ کو اُڑا دین۔

یہ کتاب تیسری مرتبہ شایع ہوئی ہے ملک کے سربرآوردہ اخبارات نے اس پر بہت عمدہ ریویو لکھے ہین۔ قیمت ... ۱۲ر

ملنے کا پتہ صداقت بک ڈپو۔ لاہور